بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آہ ہمارے پیارے ابّا جان

مکرم محترم الحاج مسعود احمد خورشید صاحب سنوری آف کراچی وصیت نمبر 9022

والد محترم الحاج مولوی قدرت اللہ صاحب سنوری صحابی حضرت مسیح موعودؑ

والدہ محترمہ حضرت رحیمن بی بی صاحبہ اہلیہ مولوی قدرت اللہ صاحب سنوری (رفیقہ حضرت مسیح موعودؑ)

تاریخ پیدائش 18 اپریل 1923ء یکم رمضان المبارک 4 بجے صبح

تصانیف:-

1: حج بیت اللہ (حج بیت اللہ شریف کے حالات، حج کا فلسفہ، مناسکِ حج کی ادائیگی کے طریقے، مسنوں قرآنی دعائیں اور بعض ضروری امور درج کئے گئے ہیں۔

2: ''ضمیمہ تجلی قدرت'' دادا جان کی کتاب تجلی قدرت پہلا ایڈیشن 1964ء دوسرا ایڈیشن 1967ء شائع ہوئے انکے دادا جان کے کچھ کاغذات ملے۔ اس میں کئی ایک خوابیں اور واقعات دادا جان کی وفات پر تعزیتی خطوط اور تاثرات کا مجموعہ ہے۔

3: سیرت طیّبہ محبوب کبریا، سرور کائنات فخر موجودات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ احمد مجتبیٰ خاتم النبین انصار اللہ مرکزیہ ربوہ نے تحریری مقابلہ کیلئے آنحضرت ﷺ کی سیرت کا عنوان منتخب کیا یہ مقالہ اس مقابلہ میں انعام یافتہ قرار پایا اور مکرم مسعود احمد خورشید سنوری صاحب حال فلوریڈا امریکہ کو نقد ایک ہزار روپے کا انعام اور قمر الانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی تالیف سیرت خاتم النبین ﷺ عنایت کی گئی۔

یہ تین تصانیف کتابی شکل میں شائع کروائیں اس کے علاوہ بہت سے مضامین لکھے۔

بچپن میں آٹھویں جماعت تک تعلیم مڈل اسکول سنور (ریاست پٹیالہ) میں حاصل کی۔

مئی 1937ء میں قادیان دالامان آکر مئی 1939ء تک تعلیم السلام ہائی اسکول قادیان میں میٹرک کا امتحان پاس کیا۔

جولائی 1939ء سے لیکر تقریباً ایک سال حضرت مصلح الموعودؓ کی ہدایت پر دفتر ایم این سنڈیکیٹ میں کلرکی وغیرہ کا کام سیکھا۔ یہ دفتر حضورؓ کی سندھ کی زمینوں کے متعلق تھا۔ اس کے بعد حضورؓ نے اسٹیٹ اکاؤنٹینٹ ملازم رکھ کر منور آباد اسٹیٹ سندھ بھجوا دیا۔ یہ اسٹیٹ حضورؓ کی ذاتی ٹھیکہ پر لی ہوئی تھیں۔ چند ماہ بعد اکاؤنٹینٹ کے عہدے پر ترقی دیدی۔ تقریباً ایک سال وہاں خدمت انجام دی۔ صحت کی خرابی کی وجہ سے منور آباد اسٹیٹ کی ملازمت سے چھٹی لے کر کوئٹہ بلوچستان چلے گئے۔

1941ء سے 1946ء تک کوئٹہ میں قیام فرمایا۔ اسی دوران 1943ء میں ادیب عالم کا امتحان دیا۔ جو 600 میں سے 475 نمبر لے کر فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا۔ اور پھر 1945ء میں سیکنڈ ڈویژن میں ادیب فاضل کا امتحان پاس کیا۔ دینی تعلیم آپ نے قادیان میں اپنی پھوپھی (اختر النساء صاحبہ مرحومہ) سے قرآن کریم ناظرہ اور ترجمہ اپنے پھوپھا۔ حضرت منشی نور محمد صاحب

(ہیڈ کلرک خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان) سے پڑھا۔ قادیان میں رہائش کے دوران حضرت مصلح الموعودؓ کے خطبات اور تقاریر سننے اور دیگر بزرگان سلسلہ کی صحبت سے حاصل کی۔

5 فروری 1942ء کو حضرت مصلح الموعودؓ نے آپکا نکاح ہماری والدہ محترمہ ناصرہ بیگم صاحبہ بنت محترم بابو عبدالغفور صاحب پوسٹ ماسٹر (ضلع ہزارہ) کے ساتھ اپنی ولایت میں پڑھا کیونکہ میرے نانا بابو عبدالغفور صاحب اور نانی محترمہ نور بی بی صاحبہ وفات پا چکے تھے اور ہماری والدہ اپنے ماموں منشی نور محمد صاحب کے پاس قادیان میں ہی رہتی تھیں اور 11 مئی 1942ء کو محلّہ دارالرحمت قادیان میں والد صاحب کی شادی کی تقریب منعقد ہوئی اور اس تقریب رخصتانہ میں حضرت مصلح الموعودؓ بمعہ دو ازواجِ مطہرات اور بچیوں کے بنفس نفیس شامل ہوئے اور دعا کروائی۔ اس کی تفصیل سوانح فضل عمرؓ جلد پنجم کے صفحہ 436، 443 پر ہے۔ 1946ء میں ملازمت کے سلسلہ میں نوک کنڈی بلوچستان (ایران کے بارڈر سے نزدیک) ایک چھوٹا سا شہر ہے۔ جہاں کسٹم چیک پوسٹ امیگریشن آفس بھی تھے۔

اسی زمانے میں ٹرانزٹ میں پاکستان کے راستے ہندوستان سے بہت تجارت ہوتی تھی۔ 1950ء تک وہاں رہے 1950ء میں لاہور آ گئے اور اکبری منڈی لال حویلی میں دوکان محمد علی اینڈ برادرس کے نام سے شروع کی بفضلہ تعالیٰ کاروبار منفعت بخش ثابت ہوا اور مال اسٹور کرنے کے لئے 11 جگہوں پر گدام کرائے پر لئے اور رہائش کے لئے آسٹریلیا یلڈنگ برانڈرتھ روڈ بلڈنگ کرائے پر حاصل کی اس کے ساتھ بڑے بڑے ہال کمرے بطور اسٹور بھی استعمال ہوتے تھے۔ جب والد صاحب نے 1950ء میں لاہور کاروبار شروع کیا۔ شورش پسند افراد اور اس وقت کے نام نہاد علماء اور مجلس احرار نے جماعت احمدیہ کے خلاف فتنہ فساد اور جھوٹی افواہیں پھیلا کر جلسے جلوس کر کے مختلف شہروں میں فسادات قتل و غارت پر غریب عوام کو آمادہ کرتے تھے۔ لیکن مارچ 1 1953ء میں مجلس احرار نے تو لاہور شہر میں فتنہ فساد اور قتل غارت لوٹ مار گھراؤ جلاؤ کا بازار گرم کر دیا۔ ان فسادیوں کو حکومت کی مکمل پشت پناہی حاصل تھی۔ لاہور شہر کی زندگی مفلوج تمام کاروبار بند ہو گئے والد صاحب اپنی دوکان اور کاروبار بند کر کے آسٹریلیا بلڈنگ والے مکان میں مقید ہو گئے۔ گھر میں ٹیلیفون لگا ہوا تھا جو کام کر رہا تھا۔ جس کی وجہ سے باہر کی کچھ خبریں مل جاتی تھیں۔ والد صاحب کی دوکان کے تالے توڑ کر لوٹ لی۔ تمام کاغذات اور سامان کو آگ لگائی۔ خدا کی قدرت کہ قدرت اللہ کے بیٹے کی دوکان کی آگ بجھانے والا پہلا شخص جس کا نام عطا محمد بٹ جو کہ دوکان جو والد صاحب نے کرائے پر لی تھی۔ اُسکی ملکیت تھی اُس دوکان کے پیچھے اُس شخص کا تمباکو بنانے کا کارخانہ تھا۔ اسکے اوپر اسکا گھر تھا۔ اگر دوکان کو آگ لگتی تو پیچھے اُس شخص کا کارخانہ جل کر راکھ ہو جاتا۔ وہ اور اُس کے بیٹوں نے آگ بجھائی۔

یہ شخص آگ اور لوٹ مار والے دن سے کچھ روز پہلے تنگ گلی میں دوکان کے سامنے آ کر کھڑا ہو جاتا اور جماعت اور حضرت مسیح الموعودؑ کے خلاف مغلظ زبان استعمال کرتا۔ گالیاں نکالتا اور کہتا کہ ''اب اگر مرزائی زندہ بچ گئے تو میں سمجھوں گا کہ مرزا سچا تھا''

ویسے بھی اکبری منڈی جس میں یہ دوکان تھی۔ لوگوں کا خیال تھا۔ سارا کاروبار ادھار پر چلتا تھا اور بھی کھاتے لکھے جاتے تھے

(حساب کتاب رکھنے کیلئے رجسٹر مینٹین کیے جاتے تھے۔)لوگوں کا خیال تھا کہ اگر انکے کاغذات اور کھاتے جلادیئے جائیں تو نہ کوئی حساب کتاب رہے گا نہ یہ دوبارہ کاروبار کرسکیں گے۔لیکن خدا کے فضل سے اصل کھاتے اور ضروری کاغذات پہلے ہی گھر لے آئے تھے۔الحمداللہ جس سے دشمنوں کے سارے عزائم خاک میں مل گئے۔

اور گھر آسٹریلیا بلڈنگ جس میں چند دن کیلئے مقید تھے کہ مالک امیر بخش صاحب جو بلڈنگ میں اوپر رہتے تھے۔اوپر سے رقعے لکھ لکھ کر نیچے صحن میں پھینک رہے تھے کہ گھر خالی کردو جب انکوفون کر کے کہا گیا کہ اپنی کار میں ہمیں لاہور چھاؤنی بھجوادیں۔ وہاں ہمارے پھوپھا جو پولیس لائینز میں لائینز آفیسر تھے۔تو امیر بخش صاحب نے اپنی بیوی کی معرفت پیغام بھجوادیا کہ ہمیں اپنی کار نہیں تڑوانی۔3 دن گھر سے باہر نہیں نکلے۔3 مارچ 1953ء کو حضرت مصلح الموعودؓ نے جماعت کے نام یہ پُر شوکت پیغام دیا۔

''(خدا تعالیٰ میری مدد کیلئے دوڑا آرہا ہے وہ میرے پاس ہے وہ مجھ میں ہے)''

انہی دنوں میں پاکستان کے وزیر اعظم آئی آئی چندریگر نے حضور کی خدمت میں پیغام بھجوایا کہ آپ کی گردن میرے ہاتھ میں ہے۔جس پر حضورؓ نے آئی آئی چندریگر کو پیغام بھجوایا کہ ''میری گردن تو آپ کے ہاتھ میں ہے۔لیکن آپ کی گردن تو میرے خدا کے ہاتھ میں ہے اور وہ قادر ہے'' اس کے چند دن بعد ہی فوج نے لاہور شہر پر قبضہ کرلیا۔اور حضور کے اس پیغام کے تیسرے دن وزیر اعظم پاکستان آئی آئی چندریگر کی حکومت ختم ہوئی۔اور فوج کے ایک جنرل محمد اعظم خاں نے مارشل لاء لگادیا۔یہ مارشل لاء صرف لاہور میں تھا۔الحمداللہ خدا کے فضل کرم سے والدصاحب اور ہمارے ماموں (مرحوم) عبدالحئی صاحب ابن بابو عبدالغفور صاحب پوسٹ ماسٹر کی دونوں فیملیاں محفوظ رہے۔اور چند دن کیلئے لاہور چھاؤنی جا کر رہنا پڑا۔

میرے ماموں والدصاحب کے ساتھ ہی رہتے تھے۔اور دوکان پر منیجر کی حیثیت سے کام کرتے تھے۔اور میرے والدصاحب کی عزت اپنے باپ اور بڑے بھائی کی طرح کرتے تھے۔اور میرے والدصاحب بھی ماموں جان سے اپنے بھائی اور بیٹے کی طرح پیار اور عزت احترام کرتے اور پیش آتے۔میرے ماموں نے بھی قادیان ہی میں تعلیم پائی بعد میں جنگِ عظیم دوئم میں فوج میں چلے گئے۔اور برما کے محاذ پر جنگ لڑی۔جنگ کے اختتام پر کچھ عرصہ کوئٹہ میں رہے۔اور جب والدصاحب لاہور آئے تھے۔تو ماموں جان کو بھی اپنے پاس بلا لیا۔میرے ماموں جان عبدالحئی صاحب بھی بڑے فدائی احمدی تھے۔طبیعت بڑی ہنس مکھ پائی تھی۔جس کی وجہ سے اپنے پرائے سب ہی بڑی عزت سے آپ سے ملتے اُس وقت لاہور جماعت کے امیر چوہدری اسداللہ خاں صاحب بھی میرے والدصاحب اور ماموں جان کی ہمیشہ تعریف کرتے تھے۔ایک دفعہ چوہدری اسداللہ خاں صاحب نے فون کیا۔میرے ماموں جان نے فون اٹھایا۔انہوں نے کہا۔میں اسداللہ خاں بول رہا ہوں اور مجھے فلاں فلاں ڈرائی فروٹ چاہیے مجھے پہنچادو۔اس پر میرے ماموں نے کہا کہ اگر تو آپ امیر کی حیثیت سے حکم دے رہے ہیں تو سر پر اُٹھا کر لاؤنگا اور اگر اسداللہ خاں کی حیثیت سے تو آئیں اور لے جائیں کیونکہ چوہدری صاحب سے بہت بے تکلفی تھی۔اس پر چوہدری صاحب بہت ہنسے اور کہا۔نہیں میں اسداللہ خاں کی حیثیت سے کہہ رہا ہوں۔ماموں جان کی طبیعت اتنی ہنس مکھ اور مزاحیہ تھی کہ ہر شخص انکا جلد ہی مداح ہوجاتا تھا اور انکے پاس سے اُٹھنے کا نام ہی نہیں لیتے تھا۔

میرے ماموں کو جب کراچی میں والد صاحب نے کاروبار شروع کیا تو انکو بھی کراچی بلوالیا۔ آپ جوانی ہی میں بعمر 45 سال دل کا دورہ پڑنے سے 17 اکتوبر 1969ء جمعہ کے دن جمعہ کی نماز کی ادائیگی کے بعد اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں قطعہ نمبر 1 میں مدفون ہوئے عظیم آدمی تھے اور قطعہ اول ہی میں جگہ ملی۔

ذکر چل رہا تھا۔ لاہور میں مارشل لاء کا جیسے ہی نفاذ ہوا۔ فوج نے شہر میں جگہ جگہ مورچے لگالئے اور کرفیو لگا دیا۔ مسجد وزیر خاں اور دال گرہ چوک جہاں فسادیوں کے گڑھ اور جلسے جلوس تھے وہاں انکو منتشر کرنے کے لئے لاٹھی چارج کیا۔ ہجوم منتشر ہونے کی بجائے تخریب کاری گھراؤ جلاؤ اور توڑ پھوڑ پر اتر آیا۔ تو فوج نے ہجوم پر گولی چلادی کچھ زخمی ہوئے اور بہت سے مارے گئے۔ انکی لاشوں کو فوج اٹھا کر لے گئی۔ کچھ نام نہاد ملاء اور احرار لیڈر فوج نے گرفتار کر لئے۔ جس سے لاہور شہر میں وقتی طور پر خاموشی چھا گئی۔ اور کچھ دن بعد آہستہ آہستہ شہری زندگی معمول پر آنی شروع ہو گئی۔ اکبری منڈی جہاں والد صاحب کا کاروبار تھا۔ پھر کاروبار شروع ہو گیا۔ اس وقت کراچی میں بھی کافی ایران کے ساتھ کاروبار شروع ہو چکا تھا۔ سو والد صاحب نے بھی کراچی میں کاروبار کرنے کیلئے آفس کھولنے کا ارادہ کیا۔ اور آخر 3 ستمبر 1956ء کو والد صاحب نے کراچی آ کر ناظم آباد کراچی میں گھر کرایے پر لیا اور بندر روڈ پر بولٹن مارکیٹ کے نزد جوڑیا بازار میں فاطمہ منزل کے فسٹ فلور پر آفس کرائے پر لیا۔ اور ایران ٹریڈ سنٹر کے نام پر ایران سے امپورٹ، ایکسپورٹ کا کاروبار شروع کیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کاروبار منفعت بخش ثابت ہوا۔ دن دوگنی رات چوگنی ترقی ہوتی چلی گئی۔ ایران سے سفید زیرہ، پھول گلاب، مغز بادام، پستہ اور بہت اقسام کا ڈرائی فروٹ زعفران، قالین اور بہت سی دیسی ادویات ماچس، چِلغوزہ وغیرہ ایران سے امپورٹ کئے جاتے، پاکستان سے جوٹ گڈس اور کاغذ جو کہ ایسٹ پاکستان سے خریدتے اور ایران ایکسپورٹ کرتے۔ کاغذ تو زیادہ تر سیدھا ہی مشرقی پاکستان سے بحری جہاز کے ذریعہ ایران کی بندرگاہ خرم شہر اور بندر عباس چلا جاتا۔ لیکن جوٹ گڈس جس میں ٹاٹ، بوریاں اور سُتلی ہوتی یہ زیادہ تر کراچی آتا۔ پھر مال گاڑی سے ایران بھجوایا جاتا۔ اسی کاروبار میں خدا تعالیٰ نے اتنی وسعت اور سربلندی عطا کی کہ جوڑیا بازار میں ایران کے ساتھ کاروبار کی مارکیٹ میں خدا تعالیٰ کے فضل سے لوگ دیکھتے کہ آج کل ایران سینٹر والے حاجی صاحب (یعنی ابّا جان) مال خرید رہے ہیں یا بیچ رہے ہیں۔ لمبے عرصے تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ بھٹو کے انتخاب اور اُس کی حکومت اور ابّا جان کے ایکسیڈینٹ کی وجہ اور مشرقی پاکستان میں ہنگاموں کی وجہ سے ایران کا کاروبار ٹھپ ہو گیا۔

بعد کے سالوں میں فریش فروٹ، کینو، سرگودھا اور اس کے اطراف شہروں سے خرید کر ٹرکوں اور مال گاڑی کے ذریعہ ایران بھجواتے۔ تین چار دفعہ تو کینو کی اسپیشل ٹرین سرگودھا سے ایران بھجوائی۔ جس کے لئے خاکسار کو دو دو تین تین مہینے سرگودھا میں رہ کر مال کی خریداری اور انتظامات بھجوانے کیلئے کرنے پڑتے اور کیلا سندھ کے مختلف شہروں سے خرید کر ٹرکوں اور ہوائی جہازوں سے ایران ایکسپورٹ کرتے تھے۔

والد صاحب جب کراچی منتقل ہوئے اُس وقت خدام میں تھے۔ مرزا عبدالرحیم بیگ صاحب اُس وقت قائد مجلس خدام الاحمدیہ ہوتے تھے پورے کراچی کی ایک ہی مجلس تھی۔ خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے دورِ خلافت میں کراچی کو گیارہ مجالس میں تقسیم کر دیا گیا۔ پہلے ہر مجلس کی جگہ حلقہ ہوتا تھا اور ہر حلقے کا ایک زعیم ہوا کرتا تھا۔ پورے کراچی کی ایک مجلس ہونے کی وجہ سے قائد مجلس اور ناظمین مجلس کو بہت کام کرنا پڑتا

تھا۔ والد صاحب کو بھی قائد صاحب نے ناظم خدمتِ خلق کے عہدہ پر فائز کر دیا۔ اور وقتاً فوقتاً اپنے ساتھ مختلف حلقہ جات میں خدام اور جماعت کے کاموں کیلئے دورہ پر لے جاتے۔ والد صاحب خود بھی ان حلقوں میں جاتے اور کام کرتے۔ ان دنوں خدام اور اطفال الاحمدیہ کا سالانہ اجتماع ملیر کینٹ میں گرانڈ ہوٹل کے نزدیک ہوتا تھا اس میں کئی سو خدام و اطفال تین دن بصد شوق شامل ہوتے اور تین دن وہیں ٹینٹوں میں قیام کرتے جس میں مختلف تربیتی تعلیمی اور ورزشی مقابلے ہوتے۔ انصار بزرگ بھی کافی تعداد میں شامل ہوتے۔ مجھے یاد ہے مجھے اور میرے بڑے اور چھوٹے بھائیوں کو بھی والد صاحب ساتھ لیکر جاتے اور مختلف مقابلہ جات میں حصّہ لیتے اور انعام حاصل کرتے۔ اس کے علاوہ والد صاحب ناظم خدمتِ خلق ہونے کی وجہ سے پاکستان کے مختلف شہروں سے کراچی روزگار کی تلاش میں آئے ہوئے خدام اور احباب کی رہنمائی کرتے، ہر جمعہ میں احمدیہ ہال کراچی میں اعلان کرواتے۔ جو دوست کام اور روزگار کی تلاش میں کراچی آئے ہیں ان سے انکے دفتر کھوڑی گارڈن میں آ کر ملیں۔ اور اگر کوئی دوست کسی دوست کو نوکری دلوا سکتے ہو تو انکو اطلاع دیں۔ بہت سے دوست آتے۔ انکو مختلف مفید مشورے دیتے۔ ٹائیپ اور شاٹ ہینڈ سیکھنے کی طرف توجہ دلاتے بعض دوستوں کو اپنے دفتر میں ہی ٹائیپ سکھاتے جس کے لئے کچھ ٹائیپ مشین دفتر میں ہی رکھی ہوئیں تھیں۔ اس طرح ان دوستوں کو آسانی سے نوکریاں مل جاتیں اور مختلف دفتر اور بینکوں میں نوکریاں کرتے اور بعد میں بعض دوست ترقیاں کر کے اچھے عہدوں پر فائز ہوئے۔ جو آج بھی والد صاحب کی ان کوشش کی بہت تعریف کرتے ہیں۔ کچھ دوست مڈایسٹ میں ہیں کچھ جرمنی یورپ امریکہ میں بھی ہے اور کچھ دوست تو یہاں تک کہتے ہیں کی آج ہم جو کچھ بھی ہیں خورشید صاحب کی وجہ سے ہیں۔

اسی زمانے میں والد صاحب نے کراچی کے سیکرٹری وصایا محترم شیخ رفیع الدین صاحب سابق D.S.P (پولیس) کے ساتھ کافی دوستوں سے رابطہ کیا اور حلقوں کے دورے کر کے کافی دوستوں کو نظامِ وصیت میں شامل کیا اور وصیت کروائیں۔ الحمدللہ

جب والد صاحب لاہور سے کراچی منتقل ہوئے تو ناظم آباد میں رہائش اختیار کی اور حلقہ ناظم آباد کا ہمارا گھر نمازوں کا اور دیگر میٹنگوں کا سنٹر بن گیا۔ حلقہ کے پریذیڈنٹ محترم محمد شفیع خاں صاحب نجیب آبادی روزآنہ فجر کی نماز پڑھاتے اور درس دیا کرتے رمضان المبارک میں روزآنہ عصر سے مغرب تک درس ہوتا اور بفضلہٖ تعالیٰ روحانیت بھرے علوم سے سب احباب مستفید ہوتے پھر افطار اور نماز مغرب اور بعد تراویح ہوتیں اور پھر 1962ء میں پی۔ ای۔ سی۔ ایچ۔ ایس (P.E.C.H.S) سوسائٹی میں اپنا گھر بنالیا۔ اور وہاں منتقل ہوگئے۔ سوسائٹی میں رہائش کے دوران لمبے عرصے تک جنرل سیکرٹری حلقہ سوسائٹی کے طور پر خدمت انجام دینے کی سعادت حاصل رہی۔

31 دسمبر 1969ء ربوہ میں ٹرین ایکسیڈینٹ میں ٹرین اور پلیٹ فارم کے درمیان ٹرین سے اترتے ہوئے گر کر شدید زخمی ہوگئے۔ اس وقت آپ کو فضل عمر ہسپتال لے جایا گیا۔ جیسے ہی حضور خلیفۃ المسیح الثالث کو اس حادثے کی اطلاع ملی۔ حضور از راہِ شفقت خود فضل عمر ہسپتال ربوہ والد صاحب کی عیادت کیلئے تشریف لائے اور والد صاحب کو تسلی دی اور فرمایا ’’آپ خدا کیلئے ربوہ آئے تھے، خدا تعالیٰ شفا بخشے گا اور آپ اپنے پاؤں سے چل کر آئیں گے اگر اس سے بھی زیادہ ہو جاتا تو میں آپ کو شہادت کا رتبہ دیتا‘‘ یہ وہ پیارے الفاظ تھے جو خلیفہ وقت نے اپنے ایک خادم کو (ابّا جان) تسلی دیتے ہوئے فرمائے۔ اور حضور نے وہیں پر ہماری فیملی اور دیگر لوگوں کی موجودگی میں دعا

کروائی اور ڈاکٹروں کے مشورے سے اباجان کو لاہور آپریشن کیلئے بھجوانے سے متعلق ہدایات فرمائیں۔اس دوپہر بذریعہ ایمبولینس اباجان کولیکر لاہور میو ہسپتال پہنچے وہاں احمدی سرجن صاحب نے حضور کے حکم پر تمام انتظام کئے ہوئے تھے۔اسی رات سرجن ایچ ایچ مرزا نے ٹانگ کا آپریشن کردیا۔الحمدللہ

اسی سال یعنی 25 دسمبر 1969ء کو خاکسار (منیر احمد) کا نکاح ازراہِ شفقت حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے میرے ماموں کی بیٹی فہمیدہ بنت محترم عبدالحئی صاحب مرحوم کے ساتھ خود پڑھایا تھا۔

حلقہ ناظم آباد کی طرح جیسے ہی والد صاحب اپنا مکان بنا کر P.E.C.H.S سوسائٹی شفٹ ہوئے حلقہ سوسائٹی میں بھی نمازوں کا سینٹر گھر میں بنالیا۔خداتعالیٰ کے فضل سے گھر بڑا ہونے کی وجہ سے مغرب، عشاء کی نمازیں، جماعت کی میٹنگ اور ماہِ رمضان المبارک میں عصر سے لیکر مغرب تک تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ قرآن کریم کے ایک سپارے کا درس ہوتا اور بعد میں افطاری کا انتظام ہوتا۔مولانا عبدالمالک خاں صاحب اور دیگر مربی صاحبان رمضان المبارک میں قرآن کریم کا درس دیتے تھے۔صبح کے وقت لجنہ اماء اللہ، حلقہ سوسائٹی اور محمد علی سوسائٹی دونوں حلقوں کا درس اکٹھا ہوتا تھا بعدازاں کئی سال حلقہ سوسائٹی کے پریذیڈنٹ محترم عطاء الرحمٰن طاہر صاحب جو کہ مولانا ابوعطاء صاحب کے صاحبزادے ہیں اور والد صاحب بھی روز ایک سپارے کا درس دیتے رہے۔میری والدہ بھی لمبے عرصہ تک حلقہ سوسائٹی کی صدر لجنہ اماء اللہ اور بعد میں لجنہ کی نیشنل سیکرٹری مال اور نائب صدر لجنہ کراچی کے عہدے پر خدمت بجالاتی رہیں اس وقت بیگم شاہنواز صاحبہ صدر لجنہ کے عہدے پر فائز تھیں۔بیگم شاہنواز صاحبہ کی علالت اور انکے ملک سے باہر رہنے کی وجہ سے میری والدہ 3 سال تک قائمقام صدر لجنہ کراچی کی حیثیت سے کام کرتی رہیں۔بعدازاں اگرچہ بیماری کی وجہ سے صدارت سے چھٹی حاصل کرلی لیکن کئی حلقہ جات کی نگران کے طور پر خدمات بجالاتی رہیں۔

والد صاحب نے 3 مئی 1958ء کو اپنے والد، والدہ، میرے دادا، دادی مولوی قدرت اللہ سنوری صاحب والدہ رحیمن بی بی صاحبہ کو حج بیت اللہ کیلئے اپنے خرچہ پر بھجوایا۔پھر 1960ء میں دوبارہ والد صاحب کو خود حج بیت اللہ کی سعادت ملی۔اگلے سال 1961ء میں دوبارہ والدہ کو ساتھ لے جاکر حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی اسکے بعد اپنے حج بیت اللہ کے حالات اور واقعات پر مبنی کتاب حج بیت اللہ شائع کی۔1958ء میں ناظم آباد شمالی میں مسجد کیلئے ایک پلاٹ خرید کر جماعت کو دیا اسکا سنگ بنیاد اس وقت کے امیر چوہدری عبداللہ خاں صاحب اور میرے دادا مولوی قدرت اللہ صاحب سنوری نے رکھا بعد میں اس پر نیچے دوکانیں اور اوپر مسجد تعمیر ہوئی۔

اس طرح غالباً 1960ء میں کراچی کے ایک علاقہ گولیمار میں جماعت کی چھوٹی سی مسجد تھی اس کے ساتھ ایک بہت ہی جوشیلے احمدی بزرگ بابا عبدالرحیم صاحب کی لکڑی اور کوئلے کی ٹال تھی جن کو اکثر لوگ بابا جی گولیمار والے کے نام سے جانتے تھے اور گولیمار کی یہ چھوٹی سی مسجد بابا جی کی کوششوں سے بنی اور آباد تھی بعد میں یہ مسجد انکی کوششوں سے بڑی مسجد اور ملحقہ فضل عمر ڈسپنسری بنی۔جب یہ چھوٹی سی مسجد تھی، مجھے اچھی طرح یاد ہے ایک دن صبح ہی ابھی ہمارے گھر سے نمازی فجر کی نماز پڑھ کر گئے ہی تھے کہ دوبارہ دروازے پر دستک ہونے لگی ہمارا گھر اوپر کی منزل پر تھا میں نے اوپر سے دیکھا تو بابا جی گولیمار والے کھڑے تھے۔والد صاحب نے دروازہ کھولا اور بابا جی کو اندر لا کر

بٹھایا۔ باباجی بڑے تیز تیز پنجابی بولتے تھے کہنے لگے میں ایک بہت ضروری کام اور آس لیکر آیا ہوں۔ گولیمار کی مسجد کے پچھلی طرف والا مکان جو مسجد کے ساتھ لگتا ہے۔ وہ مالک مکان بیچ رہا ہے۔ وہ میں نے مسجد کیلئے خریدنا ہے اس میں کنواں بھی ہے، آپ میرے ساتھ امیر صاحب کے پاس چلیں اور انکو کہ کر منظوری اور کچھ رقم کا انتظام کروا دیں۔ یہ کام آج ہی کرنا ہے ورنہ یہ مکان ہاتھ سے نکل جائے گا۔ ابا جان نے پوچھا بزرگو وہ کیا قیمت مانگتا ہے باباجی نے قیمت بتائی ابا جان گھر کے اندر گئے اور کچھ رقم لفافے میں رکھ کر باباجی کو دے دی کہ جاؤ سودا کرلو اور باقی رقم کا معلوم کرلیں کب دینی ہے اور مجھے بتا دیں۔ باباجی بیانہ کی رقم لے کر چلے گئے اور یہ مکان ابا جان نے خرید کر مسجد میں شامل کروا دیا اور اسی طرح چندوں میں تو بڑھ چڑھ کر حصّہ لیتے ہی تھے۔ باقی جماعتی تحریکات میں بھی دل کھول کر حصّہ لیتے اور نہ جانے کتنے ضرورت مندوں کی خاموشی سے مدد کرتے۔ اپنے اردگرد اور عزیز و اقارب کا خیال رکھتے۔ ابا جان کو دوست احباب
،عزیز و اقارب، دوستوں اور جاننے والوں کے خط بہت کثرت سے آتے اور باقاعدگی سے انکے جواب دیتے۔ خلیفہ وقت کو خط لکھنا تو معمول میں شامل تھا۔ اس کام کیلئے ایک کاپی رکھی ہوئی تھی۔ جسے ڈاک رجسٹر کے طور پر استعمال کرتے تھے۔ جو بھی خط لکھتے اس میں اندراج کرتے کہ فلاں شخص کو خط اس تاریخ کو لکھا یا فلاں شخص کا خط اس تاریخ کو آیا اور فلاں تاریخ کو جواب دیا۔ اگر خط کا جواب نہ آتا تو کچھ دیر بعد دوبارہ خط لکھتے تو پہلے خط کا حوالہ دیتے کہ اس سے پہلے بھی خط لکھا تھا جواب نہیں ملا۔ زیادہ تر خطوط دعا کیلئے ہوتے، بعض میں اپنی مشکلات کا ذکر ہوتا، میں اس بات کا گواہ ہوں۔ کیونکہ مجھے والد صاحب نے طالبعلمی کے زمانے سے ہی اپنے ساتھ کاروبار میں شامل کرنا شروع کر دیا تھا۔ بڑے بھائی صاحب تو پڑھائی کیلئے لندن میں مقیم تھے اور چھوٹے بھائی اپنی پڑھائی میں مصروف تھے۔ پہلے مجھے پاکستان کے مختلف شہروں میں مال کی خریداری کیلئے بھجواتے رہے پھر مشرقی پاکستان جوٹ گڈس کے پرمٹوں کی خریداری کیلئے جو حکومت وہاں کے لوگوں کو جاری کرتی تھی۔ جو خود تو مال ایکسپورٹ نہیں کرتے تھے وہ اپنے حصے کا پرمٹ بیچ دیتے تھے، ڈھاکہ، چٹا گانگ، کھلنا، بھیرب بازار اور مختلف شہروں سے جا کر یہ خریداری کرتا اور کبھی ایران کے مختلف شہروں میں جس میں زاہدان، طہران کاروبار کے سلسلہ میں چکر لگا تا رہا۔ بعد کے سالوں میں جب ایران کیلا اور کینو ایکسپورٹ کے سلسلہ میں سندھ کے مختلف شہروں سے کیلے اور پنجاب سرگودھا سے کینو کی خریداری کیلئے چکر لگا تا رہا۔ اسی دوران میں نے بی۔ اے بھی پاس کرلیا اور میری شادی بھی ہوگئی والد صاحب کے ربوہ ریلوے اسٹیشن پر ٹرین کے حادثہ کے بعد سے میں مکمل طور پر والد صاحب کے کاروبار میں شامل ہوگیا۔ والد صاحب کو ساتھ لیکر آفس جاتا اور انکی نگرانی اور سرپرستی میں سارے کام سرانجام دیتا۔ آج میں جو کچھ بھی ہوں اس عظیم انسان اور پیارے ابا جان کی تربیت اور رہنمائی کے نتیجے میں ہوں۔

بات ہو رہی تھی جو ابا جان کو خط آتے تھے انکی، ان میں مشکلات اور دعا کا لکھا ہوتا۔ بعض خط مجھے پڑھ کر کہتے کہ اس ایڈریس پر اتنے پیسے بھجوا دو۔ ایک دفعہ میں نے پوچھ لیا کہ ابا جان اس خط میں انہوں نے اپنی مشکل، بیماری اور دعا کے بارے میں لکھا ہے، پیسے تو نہیں مانگے۔ اپنے آفس میں بیٹھے تھے۔ مجھے اپنے پاس بٹھا لیا۔ بڑے پیارے احسن رنگ میں نصیحت کی اور بتایا کہ جب کسی کا خط آتا ہے۔ میں اسے پڑھتا ہوں۔ تو خدا تعالیٰ ہی فوراً میرے دل میں ڈال دیتا ہے کہ اسکو دعا کے علاوہ فلاں مدد کی ضرورت ہے یا مالی مدد کی، بعض سفید پوش اپنی

غیرتِ نفس کی وجہ سے سوال نہیں کر سکتے۔قرآن کریم کی آیت پڑھی اور ایک حدیث سنائی۔اس وقت مجھے وہ آیت اور حدیث تو یاد نہیں لیکن اسکا مفہوم کچھ اس طرح تھا کہ تمہارے اوپر تمہارے عزیز رشتہ دار اور عزیز اقارب کا بھی حق ہے کہ تم انکی مدد کرو اور اس طرح سے کہ ایک ہاتھ سے دو تو دوسرے کو خبر نہ ہو۔

اور جب میری نظر اپنے اس محسن باپ کے شفیق چہرے پر پڑی تو انکی آنکھوں میں آنسو تھے اس دن کے بعد سے میں نے یہ نصیحت پلے باندھ لی اور دوبارہ میں نے کبھی اپنے عظیم باپ سے اس قسم کا سوال نہیں کیا اور خود بھی ہمیشہ اس نصیحت پر عمل کیا اور اب بھی کوشش کرتا ہوں اور کرتا رہوں گا۔کہ خدا تعالیٰ اب بھی مجھے اپنے پیارے ابا جان کی اس نصیحت پر عمل کرنے کی توفیق بخشے۔ادھار کے بارہ میں بھی ہمیشہ کہتے تھے کہ اگر کوئی ادھار مانگتا ہے اور تم سمجھتے ہو کہ واقعی ضرورت مند ہے تو ضرور جتنی مدد کر سکتے ہو کر دو،لیکن ہمیشہ دیتے وقت یہ ذہن میں رکھو کہ اس کی مدد کر رہا ہوں لیکن واپسی کی امید کم رکھو بعد میں خاموشی سے یاد دہانی کروا دو دے دے تو ٹھیک ورنہ بھول جائیں۔والد صاحب کی اس نرمی کا بہت سے لوگوں نے فائدہ بھی اٹھایا۔میں اس بات کا بھی گواہ ہو بعد میں والد صاحب نے نہ کبھی ان سے مطالبہ کیا نہ یاد دہانی کروائی۔

1965ء یا 66 کی بات ہے۔والد صاحب کراچی جماعت کی مسجد (احمدیہ ہال میگزین لائیں بندر روڈ) میں اعتکاف بیٹھے ہوئے تھے۔آپ کے اوپر جو پنکھا تھا وہ خراب تھا،ویسے بھی احمدیہ ہال کے سب پنکھے بہت پرانے ہو گئے تھے۔کچھ مختلف اقسام کی آوازیں نکالتے اور کچھ ہل ہل کر جھٹکے کھاتے۔شام کو آفس سے واپسی پر میرے ماموں عبدالحیٔ صاحب جب والد صاحب کو ملنے گئے تو ابا جان نے انہیں کہا کہ واپس جانے سے پہلے آپ سارے احمدیہ ہال کے پنکھے گن لیں اور اوپر لجنہ اماءاللہ کی گیلری سمیت اور کل بازار سے پنکھے خرید لیں۔اور کسی احمدی الیکٹریشن سے سارے پنکھے تبدیل کروا دیں۔صبح جب احمدیہ ہال کا آفس کھلے تو جنرل سیکرٹری سے فون پر بات کر کے پنکھوں کی تبدیلی کا انتظام کر لیں۔ماموں جان نے اسی ہفتہ عشرہ میں سارے احمدیہ ہال کے پنکھوں کی تبدیلی کا انتظام کروا دیا اسطرح احمدیہ ہال کے سارے پنکھے تبدیل ہو گئے،جن کی کل تعداد 53 تھی۔اسی طرح کے بیسیوں کے کام خاموشی سے کروا دیا کرتے۔اور کبھی بھی اپنے نام اور نمود و نمائش کی کوشش نہیں کی اور مارٹن روڈ اور گولیمار فضل عمر ڈسپنسریوں میں بعض مشینیں آلات اور ادویات کی سلسلہ میں ایک لمبے عرصہ تک مالی معاونت کرتے رہے۔

جب والد صاحب نے پی۔ای۔سی۔ایچ سوسائٹی میں کوٹھی بنوائی۔اس وقت جماعت کراچی کا کوئی اپنا گیسٹ ہاؤس نہیں تھا۔ہماری کوٹھی کافی بڑی تھی۔ہر قسم کے آرام آسائش میسر تھے۔گھر میں چوکیدار،خانسامہ اور دیگر نوکر چاکر موجود تھے۔گھر میں ڈرائینگ روم کے ساتھ ملحقہ ایک کمرہ جس کے ساتھ ایک واشروم بھی تھا،گیسٹ روم کہلاتا تھا۔جس میں اکثر جماعت کے علماء کرام۔مبلغین اور مہمان آ کر ٹھہرا کرتے تھے۔جن میں مولانا جلال الدین شمس صاحب،مولانا ابوالعطاء صاحب،مولانا شیخ مبارک احمد صاحب،مولانا قمرالدین صاحب،چوہدری شبیر احمد صاحب وکیل المال،چوہدری ظہور احمد صاحب (ناظر دیوان)،مولانا اسمٰعیل منیر،چوہدری بشیر احمد امیر ضلع جھنگ،ڈاکٹر محمد دین صاحب امیر وہاڑی ضلع ملتان،لندن،جرمنی اور یورپ اور بعض افریقی ممالک سے جماعت کے معزز مہمان آتے اور

ہمارے گھر ٹھہرتے کیونکہ اس وقت زیادہ تر انٹرنیشنل فلائیٹ کراچی سے ہی جاتی تھیں۔

میرے والد صاحب عرصہ دراز تک مجلس مشاورت ربوہ کیلئے منتخب ہوکر کراچی جماعت کی نمائیدگی کرتے رہے۔ والد صاحب اور میں بھی کراچی جماعت میں مجلس انتخاب کے ممبر بھی تھے۔ والد صاحب جلسہ سالانہ پر بھی ہمیشہ بڑی باقائدگی اور اہتمام سے ساری فیملی کو لیکر جاتے اور اپنے ساتھ کافی مقدار میں ڈرائی فروٹ تحائف تازہ ناریل جس کے ہمارے گھر میں دو درخت تھے ایک درخت بہت پھل دیتا تھا۔ اسکا ناریل بھی بڑا اور کافی میٹھا ہوتا تھا۔ اس درخت کا پھل جلسہ سے دو مہینے پہلے سے نہیں اتارتے تاکہ جلسہ پر جانے تک کافی جمع ہو جائے۔ کیونکہ بازار میں جو ناریل ملتا تھا۔ سال سال پہلے درختوں سے اترا ہوا ہوتا تھا۔

بڑے بیگم صاحبہ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ اور چھوٹے بیگم صاحبہ حضرت نواب امتہ الحفیظ بیگم صاحبہ کو یہ تازہ ناریل بہت پسند تھے۔ ان کے لئے ضرور یہ ناریل جلسہ کے موقعہ پر ربوہ جاتے۔ ربوہ پہنچ کر اگلے روز میری والدہ یہ ڈرائی فروٹ ناریل اور دیگر تحائف پہلے قصرِ خلافت پھر بڑے بیگم صاحبہ اور چھوٹے بیگم صاحبہ اور پھر حضرت مہر آپا صاحبہ، حضرت مریم صدیقہ صاحبہ (چھوٹی آپا) اور دیگر خاندان مسیح الموعودؑ کے گھروں میں یہ تحائف جا کر پیش کرتیں اور پھر بعض بزرگان سلسلہ اور عزیزوں کے گھر میں بھی تحائف پہنچاتیں اور یہ ہر سال کا معمول تھا۔ میری والدہ (محترمہ بیگم مسعود احمد خورشید صاحبہ) اپنے ایک مضمون میں جس کا ایک اقتباس میں یہاں تحریر کر رہا ہوں۔ جو سوانح فضل عمرؓ کتاب جلد پنجم کے صفحہ 440,441 میں درج ہے جو مندرجہ ذیل ہیں:

''میرے والد عبد الغفور صاحب پوسٹ ماسٹر عموماً ایبٹ آباد یا اس کے نزدیک کے علاقوں میں ملازمت کرتے تھے اور سری نگر سے حضرت (اماں جان) کیلئے اور حضرت مصلح موعودؓ کیلئے فروٹ مثلاً سیب، ناشپاتی، آڑو، خرمانی وغیرہ بھجوانے کا انتظام کیا کرتے تھے۔ ہمیں والد صاحب نے تعلیم کیلئے قادیان بھجوایا ہوا تھا۔ اور انکی خواہش ہوتی تھی کہ ہم جب بھی حضرت مصلح موعود کی خدمت میں حاضر ہوں۔ تو کچھ نہ کچھ نذرانہ ضرور لے کر جائیں۔ اس غرض کیلئے والد صاحب فروٹ کی بلٹیاں میرے نام پر بھجواتے اور میں اپنے ماموں محترم منشی نور محمد صاحب کے ہمراہ بلٹیاں چھڑا کر وہ ٹوکری یا پیٹیاں ہمراہ لے جایا کرتی تھی۔ جب ہم حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوتے تو حضور فرماتے ٹھہرو ہم اس پیٹی کو کھول کر دیکھیں گے اور پھر مسکراتے ہوئے مجھے فرماتے کہ اگر مال خراب ہوگا تو وہ تمہارا ہوگا۔ پیٹی کو کھول کر اس میں سے پھل نکال کر رومال سے صاف کر کے تناول فرماتے اور ارشاد فرماتے کہ اپنے والد صاحب کو لکھ دینا کہ میں نے تمہارے سامنے کھا لیا تھا اور بہت اچھا تھا۔ اسطرح ایک مرتبہ والد صاحب کا غذی اخروٹ، بادام اور شہد ہمراہ لیکر قادیان آئے تاکہ حضور کی خدمت میں پیش کریں اور مجھے اپنے ساتھ لیکر حرم اوّل محترمہ اُم ناصر احمد صاحب کے مکان پر حاضر ہوئے اور زینہ کے اوپر جا کر گھٹڑی میرے سر پر رکھ دی کہ اندر جا کر حضرت اقدس کی خدمت میں پیش کردو۔ میری عمر اس وقت آٹھ یا دس برس کی ہوگی کیونکہ گھٹڑی بہت بھاری تھی لہذا میں بمشکل گھٹڑی لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ حضور اس وقت صحن میں ٹہل رہے تھے۔ مجھے دیکھا اور مسکرا کر فرمایا کہ دیکھوں تم کب تک یہ وزن اُٹھا سکتی ہو۔ مجھے نظر آ رہا ہے کہ تمہاری ٹانگیں کانپ رہی ہیں لیکن تمہارے والد صاحب کی یہ خواہش ہے کہ تم ہی اُٹھا کر لے جاؤ اس لئے ہم دیکھتے ہیں کہ تم کب تک برداشت کرسکتی ہو پھر حضور نے اوپر سے ایک اخروٹ اُٹھا لیا اور ہاتھ سے توڑ کر کھانے لگے''۔

یہاں یہ مندرجہ بالا اقتباس درج کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ اپنے بزرگوں کے خاندان مسیح موعود کے ساتھ تعلق اور پیار و محبت کے سلوک کا اظہار کرنا ہے کہ میرے دادا۔دادی۔نانا۔نانی کا خاندان مسیح موعود سے تعلق اور اپنی اولاد کی بچپن ہی سے اس رنگ میں تربیت کی کہ بڑے ہونے کے بعد بھی ان میں بھی وہی رنگ اور خاندان مسیح موعود سے وہی تعلق اور وہی پیار رہے۔میری والدہ اور والد صاحب نے اپنی ساری زندگی اس تربیت کا بھرپور اور عملی مظاہرہ کیا۔والد صاحب کو خدا تعالیٰ کے فضل سے چار خلفائے کرام کی بیعت کی سعادت نصیب ہوئی۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے دور میں آپ کی پیدائش ہوئی سو آپ پیدائشی احمدی ہوئے پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اور خلیفۃ المسیح الرابعؒ سے بچپن ہی سے تعلق اور پھر بیعت پھر خلیفۃ المسیح الخامس کی بیعت اور آپ سے تعلق اور خط و کتابت اور بے شمار پیارے دعائیہ خطوط آج بھی والد صاحب کی فائیلوں میں موجود ہیں۔

1982ء میں ابا جان مسجد بشارت پیدروآباد سپین کی افتتاح تقریب میں شامل ہوئے جس کا افتتاح خلیفۃ المسیح الثالث نے اپنے دستِ مبارک سے فرمایا۔

اکتوبر 1992ء کینیڈا (ٹرانٹو) کی مسجد بیت الاسلام کے افتتاح کی تقریب میں شامل ہوئے جس کا افتتاح خلیفۃ المسیح الرابع نے اپنے دستِ مبارک سے فرمایا۔

اکتوبر 1994ء میں امریکہ (واشنگٹن) کی مسجد بیت الرحمن کی افتتاحی تقریب میں شامل ہوئے۔

ان تین مساجد کی افتتاحی تقریبات میں میری والدہ کو بھی والد صاحب کے ساتھ شمولیت کی سعادت ملی۔

حضرت مسیح موعودؑ کے بابرکت الہامات، کشوف اور رویاء مبارکہ تذکرہ میں درج ہیں۔جس میں ایک رویائے تذکرہ کے ایڈیشن پنجم کے صفحہ نمبر 484 پر درج ہے

''قدرت اللہ کی بیوی روپوں کی ایک ڈھیری میرے پیش کرتی ہے جس میں ایک لکڑی بھی ہے''

اس رویائے کو ظاہری رنگ میں پورا کرنے کیلئے والد صاحب نے میری دادی رحیمن بی بی صاحبہ اہلیہ مولوی قدرت اللہ سنوری کو دو ہزار روپے کے سکے (اُس زمانے میں ایک روپے کا چاندی کا سکہ ہوتا تھا) ایک کپڑے میں باندھ کر ایک گھڑی کی شکل میں حضرت مصلح موعود کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی اور ظاہری طور پر اس رویاء کو پورا کیا۔جس کا ذکر تجلی قدرت کے صفحہ نمبر 261 پر رسالہ الفرقان اور رسالہ ریویو میں موجود ہے۔والد صاحب اپنے ایک مضمون میں اپنی والدہ اور والد صاحب یعنی میرے دادا جان، دادی جان کے بیان کردہ کچھ خواب اور تاثرات کا اظہار کچھ اسطرح کرتے ہیں جو دادا جان کی کتاب تجلی قدرت کے صفحہ نمبر 260,261 میں درج ہیں۔والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ سنور ہمارے محلّہ میں ایک بزرگ بوڑھی عورت نے تمہاری پیدائش سے پہلے اپنا ایک خواب سنایا کہ قدرت اللہ کے گھر پر انہوں نے ایک سورج چمکتا دیکھا ہے۔'' اس کے بعد برخوردار مسعود احمد خورشید پیدا ہوئے۔

جس کیلئے خدا تعالیٰ نے مجھے اور میری اہلیہ کو بھی بشارت دی اور حضرت مولوی عبداللہ صاحب مرحوم رفیق حضرت مسیح موعودؑ کو بھی بشارت دی کہ قدرت اللہ کو ایک عالی دماغ لڑکا دیا جاوے گا۔چنانچہ مسعود احمد خورشید زندہ سلامت ہیں اور انہوں نے مزید ترقی کی ہے اور سلسلہ کی

بڑی بڑی خدمات کر رہے ہیں‘‘۔

31 دسمبر 1969ء کو ربوہ ریلوے اسٹیشن پر ٹرین ایکسڈ ینٹ ہوا۔ اور ابا جان کی بائیں ٹانگ کا ٹخنہ کچلا گیا جس کیلئے ابا جان کو لاہور لے جایا گیا اور لاہور میو ہسپتال میں آپ کا آپریشن ہوا۔ اور آپ کی ٹانگ گھٹنے سے نیچے 6 انچ چھوڑ کر کاٹ دی گئی کہ مصنوعی ٹانگ لگانے کیلئے ایسا کرنا پڑتا ہے۔ اس کے بعد کراچی میں علاج ہوتا رہا۔ اور ابا جان کو میو ہسپتال کراچی میں مصنوعی پیر لگا دیا گیا۔ پیر لگانے کے بعد بھی صحیح طور پر چل نہیں سکتے تھے بہت درد ہوتا رہتا جس کیلئے دوبار مختلف سرجن نے ٹانگ کے آپریشن کئے۔ پہلے ڈاکٹر غلام مجتبیٰ صاحب (احمدی) سول سرجن سروینسر ہسپتال کراچی نے کیا۔ دوسرا آپریشن سرجن رحیم صاحب نے کیا۔ اُس سے بھی کوئی خاص فائدہ نہیں ہوا۔ ٹانگ میں درد بدستور رہا۔ جس کے علاج کیلئے ابا جان کو کئی بار لندن علاج کے جانا پڑا۔ اسکے بعد کریم احمد نے ابا جان اور امی کو امریکہ سپانسر کیا۔ مئی 1991ء میں ابا جان اور امی مستقل طور پر امریکن امیگریشن لیکر میامی فلوریڈا مجید احمد کے پاس آ گئے کچھ سال وہاں رہے۔ پھر مجید احمد پورٹ لینڈ چلے گئے۔ تو ابا جان اٹلانٹا جیارجیا آ گئے۔ اور کئی سال یہاں رہے اور یہاں جماعت نے آپ کو سیکرٹری مال کے عہدے پر فائز کر دیا۔ آپ کئی سال یہاں سیکرٹری مال کے طور پر کام کرتے رہے۔ یہاں امی بیمار رہنے لگیں تو مجید احمد امی ابا جان کو اپنے پاس ورجینیا لے آئے۔ کیونکہ اب مجید احمد ورجینیا میں تھے۔

8 نومبر 2003ء کو امی بقضائے الہٰی ورجینیا میں اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کا جنازہ ربوہ لے جایا گیا۔ اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں تدفین عمل میں آئی۔ اس کے کچھ عرصہ بعد ابا جان بہن بھائیوں کے اصرار پر لندن چلے گئے، بہن بھائیوں کا خیال تھا کہ اب ابا جان لندن ہی رہیں۔ اس کیلئے لندن میں مستقل رہائش کیلئے محکمہ امیگریشن کو درخواست دی جو نا منظور ہو گئی، کافی کوشش کی۔ جو کامیاب نہ ہو سکی۔ آپ 2 سال لندن میں قیام کے بعد پھر واپس 24 ستمبر 2006ء کو باجی مبارکہ اور بھائی محمد وسیم صاحب کے پاس اٹلانٹا جارجیہ سٹیٹ آ گئے۔ اور اپنے عام معمولات اور جماعتی خدمت میں دوبارہ مشغول ہو گئے۔ تبلیغ کے کاموں میں مختلف لوگوں کو خطوط لکھنا۔ اپنے ای۔میل کے ذریعہ مختلف مذاہب کے لوگوں سے اور حکومت کے نمائندوں اور کانگرس کے ممبران کو اسلام کی تبلیغ اور حقیقی اسلام اور احمدیت کی تعلیم سے روشناس کروانا۔ اپنے بچوں، عزیز و اقارب اور دوست احباب اور انکے بچوں سے جن کے پاس کمپیوٹر کی سہولت ہے سے رابطہ رکھنا۔ ورنہ خطوط یا ٹیلیفون سے رابطہ، M.T.A دیکھنا سننا یا اپنی عبادات اور تلاوت قرآن کریم کے علاوہ اپنے مصروفیات میں شامل تھا۔ ویسے امی کی وفات کے بعد سے ابا جان کی صحت کافی کمزور ہو گئی تھی۔ دن بدن کمزوری کی طرف مائل تھی، کچھ عرصہ بعد ابا جان کو سانس لینے میں کچھ تکلیف ہوئی گھر میں چند قدم لینے سے سانس پھول جاتی ڈاکٹروں نے جسم میں آکسیجن کی کمی بتائی اور ابا جان کو گھر میں آکسیجن لگا دی کہ رات کو تو ضرور آکسیجن لگائیں۔ کچھ اور ٹیسٹ اور چیک اپ ہوئے۔ ڈاکٹروں نے پیس میکر (PACE MAKER) تجویز کیا کہ دل بھی بہت کمزور ہے۔ اس لئے ایک چھوٹا سا آپریشن کر کے سینے میں ایک چھوٹا سا پرزہ لگانا ہوگا۔ جس سے دل کی دھڑکن کو سہارا ملے گا۔ آخر کار اپریل 2009ء کو ابا جاں کا یہ آلہ (PACE MAKER) بھی لگا دیا۔ اُس وقت بھائی جان حمید، مجید احمد، خاکسار منیر احمد بمعہ فیملی جس میں فہمیدہ منیر، منزہ منیر، مظفر احمد اور حناء مظفر اٹلانٹا باجی مبارکہ کے گھر پہنچے جس سے

ابا جان کو کافی حوصلہ ملا بہت خوش ہوئے۔ مجید احمد اور فرح مجید تو اکثر ابا جان کے پاس چکر لگاتے رہتے تھے۔

اس پیس میکر سے بھی ابا جان کی طبیعت اور کمزوری میں کوئی خاص فرق نہ آیا کمزوری بڑھتی چلی گئی پھر دانتوں میں کچھ انفیکشن ہو گیا۔ ڈاکٹروں نے کہا دانت نکلوانے پڑیں گے۔ سو پہلے 4 دانت نکلوائے پھر تقریباً ایک مہینے کے بعد 5 دانت نکلوائے۔ جس سے کمزوری اور زیادہ بڑھتی چلی گئی۔ تقریباً ماہ جون، جولائی 2010ء سے ہی ابا جان نے کچھ ایسے خواب دیکھے جن سے ابا جان کو کچھ اندازہ ہو گیا تھا کہ اب انکا روانگی کا وقت قریب ہے۔ جس کیلئے آپ خود تو تیار تھے ہی اپنے بچوں کو بھی اس کیلئے تیار کرنا شروع کر دیا تھا۔ جس کا اظہار ابا جان نے کئی بار باجی مبارکہ سے اور مجید احمد سے کیا کہ تیاری اور انتظام کر لیں۔ اسی دوران آپ نے یہ اندازہ بھی لگا لیا کہ پاکستان کے حالات بے حد خراب ہیں۔ وہاں سارے بچوں کا جانا اور جنازہ لیجانا خاصہ مشکل ہو گا۔ سب کیلئے تکلیف کا باعث ہو گا۔ سب کی تکلیف کو مدنظر رکھتے ہوئے اور خلیفۃ المسیح الرابعؒ بھی اس بات کا مختلف موقعوں اور خطبات میں اظہار فرما چکے تھے کہ اب یہ ممکن نہیں کہ ہر موصی کو تدفین کیلئے بہشتی مقبرہ ربوہ لایا جائے اس لئے جماعتیں ہر ملک میں قطعہ موصیاں کا انتظام کریں۔ اس کو مدنظر رکھتے ہوئے ابا جان نے خود فیصلہ کر لیا کہ مجھے ربوہ لیجانے کی بجائے واشنگٹن (میری لینڈ) میں ہی جماعت کے قبرستان کے قطعہ موصیاں میں ہی دفن کر دیں۔

حالانکہ پہلے مجھے یاد ہے ابا جان کی وصیت کی فائل میں اپنے بچوں کے نام لکھ کر رکھا ہوا تھا کہ میری وفات پر مجھے ربوہ بہشتی مقبرہ میں دفن کرنا۔ اور جب کبھی ملاقات بھی ہوتی ضرور اس بات کا اظہار کرتے۔ خاص کر امی کی وفات کے بعد تو ضرور اس بات کا ذکر کرتے رہتے۔ کفن کیلئے کپڑا جو ابا جان حج بیت اللہ سے آب زم زم میں بھگو کر لائے تھے ہمیشہ جہاں بھی جاتے اپنے ساتھ اپنے بکس میں رکھتے تھے۔ جو امی نے اپنے لئے اور ابا جان کیلئے علیحدہ علیحدہ کفن بنا کر رکھے ہوئے تھے۔ امی والا تو امی کی وفات پر امی کو پہنا دیا۔ ابا جان والا ابا جان کے بکس میں ہوتا تھا۔ جو ابا جان کی وفات پر انکو پہنا دیا گیا۔

سو ابا جان نے جب خود ذہنی طور پر فیصلہ کر لیا۔ تب 3 اگست کو لندن حامدہ کو فیکس کیا اور بیٹوں کو زبانی فون پر اپنے اس فیصلہ سے آگاہ کیا کہ مجھے پاکستان لیجانے کی بجائے واشنگٹن میری لینڈ میں مقبرۂ السّلام قطعہ موصیان ہی میں دفن کر دیں۔ اس فیکس کی کاپی جو ابا جان کی اپنی تحریر میں ہے میرے پاس موجود ہے۔

ابا جان کو کمزوری دن بدن بڑھتی جا رہی تھی۔ جس کی باجی مبارکہ کے فونوں سے برابر اطلاع مل رہی تھی۔ ابا جان بھی اب فون پر زیادہ بات نہیں کر سکتے تھے سانس پھول جاتی تھی۔ تو ابا جان باجی مبارکہ کو دے دیتے۔

26 اگست 2010ء باجی مبارکہ نے فون پر اطلاع دی کہ ابا جان کو شدید ہارٹ اٹیک ہوا ہے فوری ایمبولینس بلا کر ابا جان کو Well Star ہسپتال اٹلانٹا کے انتہائی نگہداشت ہارٹ وارڈ میں داخل کروا دیا ہے۔ حالت زیادہ خراب ہے۔ آپ آجائیں 28 اگست کو مجید احمد بھی اٹلانٹا پہنچ گئے۔ 28 اگست کو آپا صادقہ اور حامدہ لندن سے اٹلانٹا کیلئے روانہ ہو کر 29 اگست کو اٹلانٹا پہنچے خاکسار (منیر احمد) بھی 29 اگست کی دو پہر کو اٹلانٹا پہنچا۔ مجید احمد ائیر پورٹ پر موجود تھے لیکر مجھے سیدھے ہسپتال پہنچے۔ الحمد للہ ابا جان نے مجھے پہچان لیا۔ کمزوری

بہت زیادہ تھی۔ میرے پہنچنے سے ایک دن پہلے بھی ہسپتال میں ابا جان کو ہارٹ اٹیک ہوا تھا۔ مجھ سے میرے بچوں کا نام بہ نام پوچھا خیریت معلوم کی اور کہا آئے نہیں۔ میں نے بتایا کہ فہمیدہ اور بچے پرسوں آرہے ہیں۔ کہنے لگے اچھا اللہ خیریت سے لائے۔ اتنے میں نرس کمرے میں آگئی اُسے بتایا کہ یہ دیکھو یہ میرا بیٹا ہے۔ کینیڈا سے مجھے ملنے آیا ہے۔ یہ دوسرا بیٹا مجید کی طرف اشارہ کر کے کہا یہ ورجینیا سے آیا ہے اور ایک کل پورٹ لینڈ سے آرہا ہے۔ میری دو بیٹیاں لندن سے آئی ہیں۔ نرس بے ساختہ بولی آپ خوش قسمت اور عظیم انسان ہیں۔ کہ آپ کی بیماری سے ساری آپ کی فیملی اتنی اتنی دور سے اور ملکوں سے آپ کو دیکھنے آئے ہیں۔ فوراً ابا جان نے نرس کو بتایا کہ ہمارے امام اور مذہبی سربراہ (ہولی فادر) بھی یہی تعلیم دیتے ہیں ’’محبت سب کیلئے اور نفرت کسی کیلئے نہیں‘‘ اور اُسے تبلیغ شروع کر دی کہ ہم بھی مسلمان ہیں اور ہماری جماعت کے سربراہ اور جماعت ہمیشہ محبت کی تعلیم دیتی ہے اور آج کل کچھ لوگ اسلام کو غلط رنگ میں پیش کرتے ہیں اور پھر اسکو ہیومینیٹی فرسٹ (HUMANITY FIRST) کے بارہ میں بتایا۔ یہاں یہ بتانے کا مقصد صرف یہی ہے کہ آخری دنوں میں بھی ہسپتال کے بستر پر بھی اسلام اور احمدیت کی تبلیغ کا کوئی موقعہ ہاتھ سے نہ جانے دیا۔

30 اگست کو کریم احمد بھی اٹلانٹا پہنچ گئے۔ کریم سے بھی کافی باتیں کی اور شیری اور بچوں کا پوچھا۔ اسی دن دوپہر کو محترم حزیم صاحب پریذیڈنٹ جماعت اٹلانٹا بھی ہسپتال ابا جان کو دیکھنے کیلئے تشریف لائے انکا مجھ سے تعارف کروایا کہ یہ میرا بیٹا منیر کینیڈا سے آیا ہے۔ اسی دن طیبہ کرامت اور بلال گھمن بمعہ بچوں کے ابا جان کو ملنے اٹلانٹا پہنچے اسی دن ابا جان کو انتہائی نگہداشت وارڈ سے اسپیشل وارڈ کے کمرہ میں شفٹ کر دیا۔ بظاہر دیکھنے میں ابا جان کی طبیعت کافی بہتر لگ رہی تھی لیکن ڈاکٹر بالکل ناامید ہو چکے تھے۔ مکمل ٹیسٹ رپورٹ سے ڈاکٹرز اس نتیجہ پر پہنچے کہ دل کو خون پہنچانے والے تین شریانوں میں سے دو بالکل بند ہو چکی ہیں۔ تیسری شریان صرف 40 فیصد کام کر رہی ہے اور دل صرف 20 فیصد کام کر رہا ہے اتنا کمزور ہو چکا ہے کہ ہم نہ تو کوئی آپریشن کر سکتے ہیں اور نہ ہی انکا کوئی علاج ہے صرف ضرورت پڑنے پر ان کو صرف لائف سپورٹ مشین پر لگا دیا جائے۔ جس کیلئے ابا جان نے اپنی زندگی میں ہی منع کر دیا۔ کہ اگر جب میرا وقت آجائے تو مجھے کسی مشین پر نہ لگایا جائے سو ہم مشین بھی نہیں لگا سکتے۔ اس لئے آپ انکو گھر لے جائیں۔

31 ستمبر صبح 8:30 بجے صبح میں اور کریم احمد تھوڑا سا ناشتہ لیکر ہسپتال ابا جان کے کمرہ میں پہنچے ابا جان درود شریف پڑھ رہے تھے۔ ابا جان کو سلام کیا۔ اور خیریت معلوم کی کہنے لگے ابھی تھوڑی دیر سے سینے میں درد ہو رہا ہے اور چند منٹوں ہی میں بے چینی بہت بڑھ گئی اسی دوران دو نرسیں بھی کمرے میں آگئیں انہوں نے فوری چیک کرنا شروع کر دیا۔ ایک نرس دوڑ کر کمرے سے باہر گئی اور کچھ انجیکشن اور آلات لیکر کمرہ میں واپس آئی اس کے پیچھے پیچھے ایک ڈاکٹر بھی آگیا۔ اسی دوران ابا جان کے سینے کا درد شدت اختیار کر گیا۔ اور حالت کافی خراب ہو گئی۔ ڈاکٹر کی ہدایت پر نرس نے دو تین بار مختلف انجیکشن دیے۔ ڈاکٹر اور دوسری نرسیں دل کو چلانے کیلئے مصنوعی جھٹکے دینے لگے۔ اتنے میں کمرے میں ہارٹ اسپیشلسٹ اور کچھ اور ٹیکنیشن بھی آگئے۔ کمرہ ڈاکٹروں نرسوں سے کھچا کھچ بھر گیا۔ کچھ دیر کے بعد ابا جان کی آواز پھر سے آنے لگی اور جو آواز آرہی تھی۔ اُس سے معلوم ہوتا تھا کہ مختلف دعائیں اور آیات پڑھ رہے ہیں۔ ڈاکٹر نے بتایا کہ شدید ہارٹ اٹیک ہوا تھا۔ دل کام نہیں کر رہا تھا۔ اور جو (pase maker) دل کو چلانے کیلئے چھوٹا سا آلہ لگایا ہوا تھا۔ وہ بھی کام نہیں کر رہا

تھا۔اُسے بھی دوبارہ چلا دیا ہے۔ڈاکٹر کی تقریباً ایک گھنٹے کی کوشش سے ابا جان کی طبیعت کچھ بہتر ہوگئی تھی۔
اسی دوران کریم نے گھر فون کر کے بتا دیا تھا۔سب بھائی بہنوں کو بلا لیا تھا۔سب ہسپتال پہنچ گئے تھے۔ڈاکٹر نے سب کو ابا جان کے کمرے میں بلوا لیا۔اور جب ڈاکٹر نے دیکھا کہ ہم بھائی بہن کافی ہیں اور کمرہ چھوٹا ہے۔تو اُس نے کہا کہ میں ابھی دوسرے بڑے کمرے کا انتظام کروا دیتا ہوں تاکہ آپ سب لوگ اپنے والد کے پاس بیٹھ سکیں۔
اسی دوران میں آپ سب سے کچھ باتیں بھی کرنا چاہتا ہوں۔اور تفصیلاً مریض کی بیماری اور ہم جو علاج کر رہے ہیں۔اس سے آپ سب کو آگاہ کرنا چاہتا ہوں اور آپ کی رائے لینا چاہتا ہوں ہم کیا کر رہے ہیں۔اور کر سکتے ہیں۔اور آپ کی اس بارے میں کیا رائے ہے۔
تاکہ آپ سب کو آگاہی ہو جائے کہ مریض کی اس وقت کیا حالت ہے تاکہ پھر آپ سب کو ہم سے اور ہسپتال سے کوئی گلہ شکوہ نہ ہو۔اس کے لئے ساتھ ہی ایک فیملی ویٹنگ روم ہے ہم اس میں چلتے ہیں اور بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔سو سب ویٹنگ روم میں چلے گئے۔جہاں آپا صادقہ،باجی مبارکہ،حامدہ،خاکسار(منیر)،کریم،مجید موجود تھے۔وہاں ڈاکٹر(ہارٹ اسپیشلسٹ)سے پہلے سب کا تعارف ہوا۔پھر ڈاکٹر نے ابا جان کی بیماری کی کیفیت بتائی کہ 3 شریانوں میں سے 2 تو بالکل بند ہے ایک 40 فیصد کام کر رہی ہے۔دل اتنا کمزور ہے کہ 20 فیصد کام کر رہا ہے۔اس صورت میں ہم نہ تو انجو پلاسٹی کر سکتے ہیں نہ ہی آپریشن کر سکتے ہیں،صرف اور صرف ہمارے پاس دو راستے ہیں۔ایک یہ کہ اگر دل بند ہو تو ہم بجلی کے جھٹکے دیں۔کہ دل دوبارہ حرکت میں آجائے تو ہم دوبارہ لائف سپورٹ مشین لگا دیں۔یہ مریض کیلئے بہت تکلیف دہ عمل ہے جب مریض کو جھٹکے دیتے ہیں تو مریض کی پسلیاں بھی ٹوٹ سکتی ہیں۔
مریض نے تو پہلے ہی منع کر دیا ہے کہ مجھے نہ تو جھٹکے دیں اور نہ ہی کسی لائف سپورٹ مشین پر لگائیں۔آج بھی دل کو دوبارہ چلانے کیلئے جھٹکے دینے پڑے۔لیکن ابھی تک ہم نے انہیں مشین پر نہیں لگایا۔ویسے اگر آپ مجھ سے پوچھیں تو میں اپنے تجربہ اور مریض کی حالت کو دیکھتے ہوئے آپ کو یہ بتا سکتا ہوں ویسے میں کوئی نجومی نہیں لیکن اب مریض 24 یا 48 گھنٹے سے زیادہ زندہ نہیں رہے گا۔یہ میں مریض کی حالت دیکھتے ہوئے بتا رہا ہوں۔ایسی صورت میں ہم مریض کو زیادہ سے زیادہ کوشش کرتے ہیں کہ ان کو درد وغیرہ نہ ہو اور وہ آرام سے اپنا باقی وقت پورا کر لیں۔درد کیلئے انجیکشن لگاتے رہتے ہیں۔اب میں آپ سب سے آپ کی رائے معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کیا چاہتے ہیں۔اور اگر آپ میں سے کسی کے ذہن میں بھی کوئی سوال ہو تو مجھ سے پوچھ سکتے ہیں۔میں اسکا مکمل جواب دینے کی کوشش کرونگا۔
پھر باری باری سب سے پوچھا۔سب نے جواب دیئے کچھ نے سوال بھی پوچھے جسکا ڈاکٹر نے جواب دیا۔اسکے بعد ڈاکٹر نے کہا کہ میں آپ سب سے بات کر کے اس نتیجے پر پہنچا ہوں۔کہ آپ سب اپنے والد صاحب کو تکلیف نہیں دینا چاہتے۔نہ بجلی کے جھٹکے اور نہ ہی لائف سپورٹ مشین تو پھر تیسرا آپشن یہ ہے کہ آپ اپنے والد کو گھر لے جائیں۔اس میں ہم آپ کی ہر ممکن مدد کریں گے اس کیلئے ہمارے ایک الگ ڈیپارٹمنٹ ہے جو آپ کے والد کو گھر لیجانے گھر میں ہسپتال کے بستر دیگر ضروریات کا انتظام کرے گا۔ایک نرس بھی روز آئے گی۔تاکہ وہ اپنا آخری وقت آرام سے اپنے گھر اور بچوں میں گزار سکیں۔ایک دو دن میں یہ سارے انتظام کر کے ان کو گھر لے جائیں۔ابھی فی الحال آپ کے والد کو بڑے کمرے میں شفٹ کر دیتے ہیں۔تاکہ آپ سب آرام سے انکے ساتھ بیٹھ سکیں۔تھوڑی ہی دیر

میں اباجان کو دوسرے بڑے کمرے میں شفٹ کر دیا۔سب بھائی بہن کمرے میں پہنچ گئے۔جہاں اباجان نے باری باری سب بچوں کو گلے لگایا جو اُس وقت وہاں موجود تھے۔اور بڑے پیار اور محبت سے سب بچوں کو آپس میں پیار محبت سے رہنے جماعت اور خلافت سے وابستگی کے بارہ میں بڑی پیاری پیاری نصیحت کی حضور انور اور حضور کی بیگم صاحبہ کو بہت بہت السلام علیکم اور دعا کیلئے درخواست کرنے کو کہا اور سب ہی دعاؤں کیلئے بہت بہت شکریہ ادا کرنے کیلئے کہا۔جماعت اٹلانٹا اور سب دوستوں کو دعا کیلئے کہا اور شکریہ ادا کیا کہ جو انکے لئے دوا کر رہے ہیں۔انکا بھی بہت بہت شکریہ ادا کریں۔نصیرہ کو فون ملانے کیلئے کہا۔نصیرہ اور قمر سے پاکستان بات کی انکو بھی خوب دعائیں دیں اور کہا کہ میں قمر سے بہت خوش ہوں۔حامدہ اور آپا صادقہ باری باری سورۃ یٰسین سنا رہی تھیں۔اباجان بھی ساتھ ساتھ دوہرا رہے تھے۔کبھی درود شریف کا ورد کر رہے تھے۔کافی رقت آمیز ماحول تھا۔اسی دوران ہوم کیر اسپیشل یونٹ کی ایڈوائزر آ گئی۔پوچھتی رہی اور بتاتی رہی۔گھر میں کس قسم کی ضروریات ہیں۔اور کیا اور چاہیئے باجی مبارکہ سے بات کرتی رہی۔اور کہا کہ آج شام تک یا کل صبح تک باقی سامان اور بستر پہنچا دیں گے۔اور مریض کو گھر شفٹ کر دیں گے۔اسی شام اٹلانٹا کے ایک دوست غیور منان صاحب عیادت کیلئے ہسپتال تشریف لائے۔انہوں نے اباجان سے پوچھا کہ میں قرآن کریم سناؤں۔اباجان نے کہاہاں پھر پوچھا کون سی آیات سناؤں اباجان نے کہاں سورۃ یٰسین سنا دو۔انہوں نے پوری سورۃ یٰسین کی تلاوت کی اباجان ساتھ ساتھ دہراتے بھی رہے۔

یکم ستمبر 2010ء فہمیدہ منیر،منزہ منیر،مظفر احمد ٹرانٹو (کینیڈا) سے اٹلانٹا کیلئے روانہ ہوئے۔انکے ساتھ ہی ساجدہ منیر اور مبشر محمود (ساجدہ کے میاں) اپنی بیٹی حفصہ محمود کو اباجان سے ملوانے اپنی کار میں ٹرانٹو سے اٹلانٹا کیلئے روانہ ہوئے۔اسی دوپہر کو اباجان کو بذریعہ ایمبولینس گھر لے آئے میں ایمبولینس میں اباجان کے ساتھ باجی مبارکہ کے گھر پہنچا۔ہسپتال سے بستر وغیرہ پہلے ہی گھر پہنچ چکا تھا۔نرس بھی آ گئی۔اُس نے کمرے بستر اور دیگر سامان کا جائزہ لیا۔کہ مریض کے آرام اور ضرورت کی ہر چیز مہیا ہے۔اور درد کیلئے دوائی بھی بتائی کہ کس طرح اور کس کس وقت یہ قطرے دینے ہیں۔اگر زیادہ بےچین ہوں تو گھنٹے گھنٹے بعد بھی دے سکتے ہیں۔ڈاکٹر نے جو دوائی تجویز کی اگر اُسکی پوری مقدار دیں تو مریض کو کسی قسم کی درد یا تکلیف محسوس نہ ہو۔ہر وقت غنودگی ہی میں رہے نہ کچھ کھائے پیے نہ کھانے کیلئے مانگے سوتا ہی رہے۔لیکن ہم برابر اباجان کو کچھ ہومیوپیتھی ادویات (حضور کے نسخہ جات) برابر ساتھ ساتھ دے رہے تھے۔اور کھانے کیلئے کچھ دلیا،سوپ،جوس بھی دے رہے تھے۔لیکن ڈاکٹروں کے خیال میں اب انکو کچھ کھانے کیلئے کچھ دینے کی ضرورت نہیں تھی۔صرف اور صرف زیادہ سے زیادہ مارفین جو وہ دے رہے تھے۔تاکہ وہ سوتے رہیں اور کمزوری بڑھتی رہے۔اور دل آہستہ آہستہ اپنا کام کرنا چھوڑ دے۔

2 ستمبر دوپہر کو فہمیدہ،منزہ،مظفر احمد،ساجدہ منیر،مبشر محمود اور انکی بیٹی حفصہ محمود بخیریت اٹلانٹا باجی مبارکہ کے گھر پہنچ گئے۔اباجان کو ملے اباجان نے سب کو باری باری گلے لگایا اور دعائیں دیں۔ساجدہ آگے ہوئی اور سلام کیا اور پوچھا اباجان میں کون فوراً اباجان نے کہا ساجدہ میں نے کہا اباجان یہ ساجدہ کی بیٹی اباجان فوراً بولے یہ ساجدہ اور یہ ساجدہ کی بیٹی حفصہ۔اباجان نے حفصہ کو پیار کیا اور دعائیں دیں۔اسی شام حامدہ کی بیٹی فوزیہ امان بھی اٹلانٹا پہنچ گئی اباجان فوزیہ امان سے ملے پیار کیا اور دعائیں دیں۔اٹلانٹا جارجیہ کے کئی دوست احباب اور فیملیز اباجان کو ملنے اور خیریت معلوم کرنے آتے رہے ان میں ایک برادر شاکر صاحب بھی تھے۔افریکن امریکن احمدی دوست ہیں۔کچھ

سال پہلے ہی احمدیت قبول کی ہے۔ ابا جان کو ملنے آئے۔ ابا جان کے کمرے میں گئے انکو دیکھتے ہی ابا جان نے اپنا ہاتھ آگے کیا۔ ہاتھ ملایا اور بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ انکی خیریت معلوم کی انکو دعا کیلئے کہا اور پھر انکو مختلف دعائیں سنانا شروع کر دیں۔ برادر شاکر صاحب نے رونا شروع کر دیا۔ انکی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ اور وہ برابر روئے چلے جا رہے تھے۔ بعد میں برادر شاکر صاحب نے مجھے بتایا کہ یہ شخص میرے لیے سب کچھ ہے۔ میرا بزرگ، میرا استاد، میرا بڑا بھائی یہ وہ عظیم انسان ہے جس سے میں نے سب کچھ سیکھا ہے۔ جب میں نے احمدیت قبول کی تو مجھے جماعت کی کچھ بنیادی نالج تھی۔ باقی ہر چیز مجھے میرے اس استاد نے سکھائی ہے۔ مجھے جب بھی کوئی جماعتی مسئلہ ہو یا گھریلو میں فوراً سنوری صاحب کے پاس آیا۔ اور میرا مسئلہ حل ہو گیا۔ اب میں کس سے ہیلپ لونگا۔ اسی قسم کے جذبات اور تاثرات بعض اور دوستوں کے بھی تھے۔ جو ابا جان کو ملنے دیکھنے آ رہے تھے یا بذریعہ فون خیریت معلوم کر رہے تھے۔ ان جذبات احساسات کو الفاظ میں ڈھالنا یا بیان کرنا میرے لیے بڑا ہی مشکل بلکہ ناممکن ہے جو میرے اس عظیم باپ کیلئے غیروں اور اپنوں سے سنائی دے رہے تھے یا موصول ہو رہے تھے۔ میرا باپ وہ گوہر نایاب وہ عظیم ہستی تھا۔ جس کی عظمت اور بلندی کو بیان کرنے کیلئے نہ میرے پاس الفاظ ہیں نہ ہی مجھ میں اتنی ہمت کہ میں الفاظ میں بیان کر سکوں۔ اسی دن کریم اور مجید بھی واپس چلے گئے کہ اگلے ہفتے واپس آ جائیں گے۔ انشاء اللہ ساجدہ اور مبشر محمود 5 ستمبر کو صبح اٹلانٹا سے کینیڈا کیلئے روانہ ہوئے۔ اس دن باجی مبارکہ نے کہا کہ ابا جاں کی پگڑی جو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے دادا جی کو دی تھی۔ اور یہ پگڑی دادا جی نے ابا جان کو دی تھی۔ ابا جان نے یہ پگڑی مظفر احمد کو دینے کیلئے کہا ہے۔ کہ میری یہ پگڑی مظفر کو دے دینا۔ یہ پگڑی مجھ سے لے لو۔ میں نے باجی مبارکہ سے کہا کہ ابا جان سے پوچھ لیں اگر وہ خود مظفر احمد کو دے دیں۔ باجی مبارکہ نے ابا جان سے پوچھا۔ تو ابا جان نے کہا کہ لاؤ۔ باجی مبارکہ ابا جان کی پگڑی لے آئیں۔

آپا صادقہ، باجی مبارکہ، حامدہ، فہمیدہ، منزہ، فوزیہ، خاکسار (منیر)، مظفر احمد سب ہی ابا جان کے کمرے میں موجود تھے۔ ابا جان نے یہ پگڑی پہلے اپنے سر پر رکھی اور مظفر کو انگریزی میں بتایا کہ یہ پگڑی حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے میرے باپ کو دی انہوں نے یہ پگڑی مجھے دی اور میں یہ پگڑی اپنے پوتے مظفر احمد کو دیتا ہوں۔ آپ کو یہ پگڑی قبول ہے جس کی فوٹو اور ویڈیو بھی موجود ہے۔ مظفر احمد نے سر جھکا دیا۔ تو ابا جان نے یہ پگڑی اپنے ہاتھوں سے اپنے سر سے اُٹھا کر مظفر احمد کے سر پر رکھ دی۔ اور ابا جان نے تالیاں بجائیں جو کرتا اُس وقت مظفر احمد نے پہنا ہے وہ ابا جان کا ہے۔ جو باجی نے اُسی وقت مظفر کو پہنایا۔ پھر ابا جان نے خود ہاتھ اٹھا کر لمبی رقت آمیز دعا کروائی اس کے بعد مظفر احمد اور باقی سب بچوں کو بہت دعائیں دیں۔

اگلے روز 6 ستمبر صبح خاکسار (منیر احمد) فہمیدہ، منزہ، مظفر احمد واپس کینیڈا کیلئے روانہ ہوئے اسی شام پھر ابا جان کی طبیعت بہت خراب ہوگئی۔ بے چینی اور گھبراہٹ کافی زیادہ ہوگئی جسم ٹھنڈا اور پسینے میں شرابور ہو گیا۔ نرس کا خیال تھا کہ پھر ہارٹ اٹیک ہوا ہے۔ اور ابا جان کو دوبارہ ہسپتال میں شفٹ کر دیا جائے۔ گھر میں وہ دیکھ بھال نہیں ہو سکتی جس کی اب ضرورت ہے۔

چنانچہ 7 ستمبر <u>2010</u>ء کو دوبارہ ایمبولینس کے ذریعہ ابا جان کو ہسپتال شفٹ کر دیا۔ بلکہ ہسپتال میں نہیں ہسپتال کے ساتھ ہی ایک اور عمارت جس کو ٹرکیلیٹی (TRANQUILLITY) کا نام دیا جاتا ہے۔ جس میں ان مریضوں کو رکھا جاتا ہے جن کو علاج کی نہیں صرف

دیکھ بھال کی ضرورت ہوتی ہے۔ جو آرام اور سکون سے اپنا آخری وقت پورا کر سکیں۔ انکو کوئی علاج یا دوائیاں نہیں دی جاتیں صرف اور صرف مارفین ٹائپ دوائی دی جاتی ہے جس سے وہ صرف سوئے رہیں۔ اور سوتے سوتے ہی اس دنیا سے رخصت ہو جائیں۔ اسی شام میر امان اللہ صاحب (فوزیہ فاروقی کے میاں) بھی ابا جان کو ملنے اٹلانٹا پہنچ گئے۔ 8 ستمبر کو بھائی جان حمید انور بمعہ بھابھی بشریٰ لندن سے اٹلانٹا (امریکہ) پہنچ گئے۔ اس سے پہلے جب ابھی ابا جان ہسپتال ہی میں تھے۔ نصیرہ کیلئے ہسپتال سے کاغذات لیکر بھجوائے تا کہ نصیرہ کو بھی فوری امریکہ کا ویزا مل سکے اور وہ بھی ابا جان کو دیکھنے ملنے امریکہ آ جائے لیکن کافی کوشش اور دوبار کاغذات بھجوانے کے باوجود نصیرہ کو امریکہ کا ویزا نہ مل سکا اور نصیرہ ابا جان کی وفات پر نہ پہنچ سکی۔

10 ستمبر 2010ء کو عید الفطر تھی۔ اور مجید احمد، فرح اور بچوں کا پروگرام تھا کہ عید ابا جان کے پاس منانی ہے۔ سو عید کی صبح مجید احمد بمعہ فیملی اٹلانٹا پہنچ گئے۔ اور اگلے روز واپس ورجینیا چلے گئے۔ 14 ستمبر بھابھی بشریٰ واپس لندن چلی گئی۔ 15 ستمبر باجی مبارکہ کا خاکسار کو فون آیا۔ کہ منیر میں آپکو اطلاع دے رہی ہوں کہ آج صبح سے حالت بہت خراب ہو گئی ہے۔ آنا ہے تو آ جاؤ۔ میں نے کہا اچھا میں آتا ہوں۔ اگلے دن 16 ستمبر کو میں بمعہ فہمیدہ، منزہ، مظفر احمد ٹرانٹو سے چل کر اٹلانٹا پہنچے اور ہسپتال پہنچ کر ابا جان سے ملے بہت پرسکون تھے کچھ غنودگی سی بھی تھی۔ لیکن پہچان لیا۔ باجی نے کریم، مجید کو بھی فون کیا۔ وہ دونوں بھی واپس پہنچ گئے۔ 17 ستمبر کو ہم چاروں بھائی، بھائی جان حمید، منیر، کریم، مجید اور بہنیں آپا صادقہ، باجی مبارکہ، حامدہ اپنے پیارے ابا جان کے پاس موجود تھے۔ صرف نصیرہ ویزا نہ ملنے کی وجہ سے نہ آ سکی۔ 18 ستمبر پھوپھی امینہ صاحبہ کے صاحبزادے چوہدری سلیم احمد اپنے ماموں (ابا جان) کو ملنے لمبی مسافت طے کر کے ملنے آئے اور اسی شام واپس چلے گئے اللہ تعالیٰ انکو جزائے خیر دے۔ اس دن کچھ تصویریں بھی اتاریں۔ کریم، مجید بھی اسی دن واپس چلے گئے۔ 19 ستمبر کو خاکسار بھی بمعہ فیملی اٹلانٹا سے کینیڈا واپس روانہ ہو گیا۔ 20 ستمبر کو برادرم شجر احمد فارقی صاحب بھی ابا جان سے ملنے اٹلانٹا پہنچ گئے۔ باجی مبارکہ سے برابر فون پر دن میں کئی کئی بار رابطہ ہوتا رہا۔ لیکن اطلاعات تشویش ناک ہی آ رہی تھیں۔ بلا آخر دل ہلا دینے والی افسوس ناک اور تاریک گھڑی آن پہنچی۔

23 ستمبر 2010ء صبح 4 بجے ہمارے پیارے ابا جان سب کو روتا چھوڑ کر 87 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی اٹلانٹا میں اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ صبح 4 بجکر چند منٹ پر ٹیلیفون کی گھنٹی بجی اور باجی مبارکہ نے یہ المناک خبر سنائی کہ ابھی چند منٹ پہلے ابا جان وفات پا گئے ہیں۔ آپ کینیڈا میں سب عزیزوں دوستوں کو اطلاع کر دیں۔ اور اپنا پروگرام بتا دیں۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر باجی مبارکہ کو فون کیا۔ اور کہہ کر ہم ابھی روانہ ہو رہے ہیں آپ ہمارا انتظار کریں۔ اور آپ کا جو پروگرام ہے اطلاع دیں۔ ٹرانٹو سے اٹلانٹا تقریباً 15 سو کلومیٹر کا فاصلہ ہے۔ اور تقریباً 16 سے 18 گھنٹے لگتے ہیں۔ ٹرانٹو سے نکلتے وقت ذرا سی دیر ہو گئی۔ باڈر کراس کرتے کرتے شام ہو گئی ساری رات سفر کر کے 24 ستمبر بروز جمعہ صبح 8:00 بجے اٹلانٹا باجی مبارکہ کے گھر پہنچے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے پیارے بیٹے مظفر احمد کو جزائے خیر دے۔ جب سے ابا جان کو ہارٹ اٹیک ہوا۔ یہ تیسری بار اتنی لمبی ڈرائیونگ کر کے اپنی ساری فیملی کو لیکر اٹلانٹا پہنچا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسکی صحت عمر میں برکت ڈالے۔ اٹلانٹا پہنچے سب بہن بھائیوں سے ملاقات ہوئی۔ سب اس سانحہ عظیم سے نڈھال ضرور تھے لیکن سب خدا

کے فضل سے بڑے حوصلے میں تھے۔اور ایک دوسرے کوحوصلہ دے رہے تھے۔اور خدا کی رضا پر راضی تھے۔کریم احمد تو رات ہی پہنچ گئے تھے۔لیکن مجید احمد بمعہ فیملی ہم سے تھوڑی دیر پہلے ہی پہنچے تھے۔خدا تعالیٰ کریم احمد اور مجید احمد کو بھی بہت بہت جزائے خیر دے۔انہوں نے سارے انتظامات باہمی مشورے سے پہلے ہی مکمل کیے ہوئے تھے۔مجید احمد نے سارے کاغذات ایک اسٹیٹ سے دوسری اسٹیٹ میں جنازہ لیجانے اور فیونرل ہوم کے ساتھ سارے انتظامات پہلے سے مکمل کئے ہوئے تھے۔جس کی وجہ سے مجید احمد کو اٹلانٹا پہنچنے میں کچھ دیر بھی لگی۔

24 ستمبر بروز جمعہ صبح 9 بجے ابا جان کوغسل دینے کیلئے فیونرل ہوم سے پروگرام طے تھا۔کفن کا کپڑا اور دیگر سامان جوغسل دینے کیلئے ضروری تھا لیکر صبح سوا9 بجے فیونرل ہوم کیلئے روانہ ہوئے۔دس بجے فیونرل ہوم پہنچے اور ابا جان کوغسل دینے کی تیاری شروع کی جس میں خاکسار منیر احمد، کریم احمد، مجید احمد، شجر احمد فارقی ،مظفر احمد، نائل احمد سنوری اور محترم محمود احمد صاحب نے حصہ لیا۔محترم محمود احمد صاحب بہت ہی عزیز دوست ہیں اور انکی اہلیہ محترمہ بشریٰ محمود صاحبہ جو ابا جان اور پیاری امی کی بیٹی بنی ہوئی تھیں بڑے پیار سے ساری فیملی ملتی اور آتی تھی۔اللہ دونوں میاں بیوی کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

ہم اپنے ٹائم سے ایک گھنٹہ لیٹ فیونرل ہوم پہنچے تھے۔جس کی وجہ ہم کچھ دیر سے گھر سے روانہ ہوئے کچھ راستہ بھول گئے اور راستے میں ٹریفک بھی کچھ ضرورت سے زیادہ ہی تھا۔خیر جلدی جلدی غسل کے ابتدائی انتظامات مکمل کیے۔کفن کی چادریں وہ تھی جو ابا جان جب حج کرنے گئے تھے۔اُس وقت آبِ زمزم میں بھگو کر لائے تھے۔اور امی نے کاٹ کر مکمل کفن بنا رکھا تھا۔اور ہمیشہ ابا جان کے بکس میں پچھلے 50 سال سے ہمیشہ انکے ساتھ ہوتا تھا۔آج 50 سال بعد اس لباس میں لپٹ کر اپنے خالق حقیقی کی طرف لبیک لبیک کہتے ہوئے اس فانی دنیا سے ہمیشہ ہمیش کیلئے اپنے آخری سفر کیلئے تیار ہوئے۔آپ کا جسم خاکی کفن میں لپٹا ہوا بکس میں رکھ دیا۔چہرے پر اتنا نور اور سکون جیسے سو رہے ہوں اس طرح تقریباً ایک گھنٹے میں بکس تیار ہو گیا۔تقریباً ساڑھے گیارہ بجے بکس ایک ائیر کنڈیشن وین میں رکھ کر مسجد اٹلانٹا کی طرف روانہ ہوئے ایک گھنٹے کی مسافت کے بعد یہ قافلہ اٹلانٹا جارجیہ کی مسجد بیت الباقی پہنچا۔آج یعنی 24 ستمبر 2010ء جمعتہ المبارک کا دن تھا۔اور کثیر تعداد میں ساری جارجیہ اسٹیٹ سے احباب جماعت اور دوست احباب عزیز اقارب اپنے اس محسن، بزرگ بھائی اور دوست کی نماز جنازہ ادا کرنے اور آخری دیدار کرنے حاضر ہوئے تھے۔

بہت سے عزیز رشتہ دار بھی موجود تھے۔جن میں برادرم بلند اختر بمعہ اپنی اہلیہ اپنے چچا کا آخری دیدار کرنے کیلئے موجود تھے۔جیسے ہی جنازہ مسجد کے اندر لیجایا گیا۔ابھی جمعہ شروع ہونے میں کچھ وقت باقی تھا۔اور احباب کا اصرار تھا کہ ابھی دیدار کروادیں۔چنانچہ بکس کھول دیا گیا۔اور احباب نے بڑے درد اور اشکبار آنکھوں سے ابا جان کا آخری دیدار کیا۔اس کے بعد نماز جمعہ اور پھر نماز جنازہ ادا کی گئی۔

جو پریذیڈنٹ صاحب جارجیہ اسٹیٹ امریکہ محترم حزیم صاحب نے پڑھائی۔اس کے بعد جنازہ دوبارہ وین میں رکھا گیا۔اور محترم حزیم صاحب نے بڑی لمبی اور پرسوز دعا کروائی، ہر آنکھ پرنم تھی اور یہ قافلہ جو دو وینوں اور ایک کار پر مشتمل تھا اشکبار آنکھوں سے تقریباً ساڑھے چار بجے شام اٹلانٹا سے ورجینیا کیلئے روانہ ہوا۔پہلی وین میں مجید احمد، کریم احمد، بھائی جان حمید احمد انور اور بھائی جان محمد وسیم صاحب

تھے۔اسی وین میں ابا جان کا جنازہ بھی تھا۔دوسرے نمبر پر کار تھی۔جس میں فرح مجید سنوری، آپا صادقہ، مجید احمد کے بچے عنبر سنوری، نائل سنوری، حارث سنوری تھے۔تیسرے نمبر پر وین تھی۔جس میں منیر احمد، مظفر احمد، شجر احمد فاروقی صاحب، فہمیدہ منیر، باجی مبارکہ، حامدہ فاروقی اور منزہ منیر تھے۔جنازے کا یہ قافلہ ساری رات میں ایک ہزار تیس کلومیٹر کا فاصلہ طے کر کے صبح تقریباً چار بجے مجید احمد کے گھر ورجینیا پہنچے۔سب اہلِ قافلہ صدمے غم اور اتنے لمبے سفر سے نڈھال ہو چکے تھے خاص طور پر ڈرائیونگ کرنے والے۔جن میں مظفر احمد، مجید احمد، فرح مجید خدا تعالیٰ ان تینوں کو جزائے خیر دے۔

اسی دوران یعنی 24 اور 25 ستمبر کی درمیانی رات ٹرانٹو کینیڈا سے منورہ نسیم، طارق احمد نسیم، اپنے بچوں کے ہمراہ، ساجدہ منیر، مبشر محمود بمعہ اپنی بیٹی، رشید احمد فارقی بمعہ مبارکہ فاروقی، رفیع احمد فاروقی بمعہ مطاہرہ فاروقی اپنی اپنی کاروں میں ورجینیا مجید کے گھر پہنچ چکے تھے۔طیبہ اور بلال گھمن تو ورجینیا ہی میں ہیں۔25 ستمبر صبح نصیرہ کے بیٹے بدر احمد بھی کیلیفورنیا سے ورجینیا پہنچے۔کریم احمد کی بیوی شیری کریم اور بیٹیاں نادیہ کریم، صوفیہ کریم بھی صبح کی فلائیٹ سے واشنگٹن پہنچی، پھوپھی امینہ کے بیٹے سلیم احمد بھی کیلیفورنیا سے واشنگٹن پہنچے میامی فلوریڈا کے پریذیڈنٹ محترم چوہدری منور احمد صاحب بھی جنازہ اور تدفین میں شامل ہونے کیلئے میامی سے واشنگٹن پہنچے۔چونکہ ابا جان جب امریکہ آئے تو شروع میں کئی سال میامی فلوریڈا ہی میں قیام رہا۔اور وہاں سیکرٹری مال کے عہدہ پر جماعت کی خدمت کرتے رہے اور وہاں بھی ابا جان کی شخصیت ہر دلعزیز تھی۔

محترم پریذیڈنٹ چوہدری منور احمد صاحب کا بھی ابا جان سے خاص تعلق تھا۔ہمیشہ ابا جان سے ہر معاملہ میں مشورہ لیتے اور دعائیں کرواتے۔اسی تعلق اور پیار کی وجہ سے آپ خصوصی طور پر اتنا لمبا سفر کر کے جنازے اور تدفین میں شامل ہوئے خدا تعالیٰ انکو جزائے خیر دے۔اسطرح نیوجرسی سے فوزیہ امان اور میر امان اللہ صاحب، مبشر چغتائی صاحب بمعہ آپا امتہ السلام اور بیٹوں کے محترم ظفر کرامت صاحب بمعہ اپنی بیگم، نیویارک سے اقبال احمد اور فرخندہ اقبال چچا داؤد گلزار صاحب کی بیٹی، مبشر احمد اور روفی (بھائی جان نصیر الرحمٰن کی بیٹی) ٹرانٹو سے جنازے اور تدفین کیلئے واشنگٹن پہنچے۔

25 ستمبر بروز ہفتہ صبح دس بجے جنازہ مجید احمد کے گھر ورجینیا سے مسجد واشنگٹن بیت الرحمٰن (میری لینڈ یو ایس اے) کیلئے روانہ ہوا۔ساڑھے گیارہ بجے جنازہ مسجد بیت الرحمٰن پہنچا۔جہاں دوست احباب اور رشتہ داروں کی بڑی خاصی تعداد جنازہ کی آمد کا انتظار کر رہی تھی۔جیسے ہی جنازہ مسجد پہنچا۔محترم نسیم مہدی صاحب مشنری انچارج کی سربراہی اور ہدایت پر جنازہ مسجد کی سائیڈ گیلری میں رکھوایا گیا۔سب عزیزوں اور فیملی سے محترم مہدی صاحب نے تعزیت اور دلجوئی کا اظہار فرمایا۔جماعت کی طرف سے دوپہر کے کھانے کا انتظام تھا۔ساری فیملی اور باہر سے آئے ہوئے سب عزیزوں دوستوں کو جماعت کی طرف سے کھانا پیش کیا گیا۔کھانے کے بعد ابا جان کے آخری دیدار کیلئے بکس کھول دیا گیا۔اس موقعہ پر موجود تمام دوست احباب جماعت عزیزوں اور آخر میں سب فیملی نے ابا جان کا آخری دیدار کیا اور تصاویر اتاری گئیں اور بکس بند کر دیا گیا اور قائد صاحب خدام الاحمدیہ واشنگٹن کے سپرد کر دیا گیا کہ وہ اور انکے خدام خود جنازے کے وقت مسجد سے باہر لیجا کر رکھیں گے۔اور جنازے کے بعد وین میں رکھ دیں گے۔اسی دوران خدام نے جنازے کے قافلہ میں شامل

کاروں کو ترتیب میں کھڑا کروایا اوران کاروں پر شناختی کارڈ لگوائے جن پر فیونرل لکھا ہوا تھا۔قبرستان جانے والے دوستوں کو نقشے اور ایڈریس کی فوٹو کاپیاں فراہم کیں اور ایک دوست عثمان گھمن کی ڈیوٹی لگائی کہ وہ مسجد سے قبرستان تک راستے کی رہنمائی کریں گے۔اور قافلہ کی سب سے پہلی کار انکی ہوگی۔

ظہر کی نماز کے بعد محترم نسیم مہدی صاحب مشنری انچارج امریکہ نے ابا جان کی نماز جنازہ حاضر پڑھائی۔جس میں کثیر تعداد میں بزرگوں، احباب جماعت، عزیز و اقارب، دوستوں اور فیملی ممبروں نے شرکت کی۔ جنازے کی ادائیگی کے فوراً بعد سب فیملی ممبر بزرگ دوست احباب اپنی اپنی کاروں میں بیٹھ گئے اور یہ 25 سے 30 کاروں پر مشتمل قافلہ ابا جان کی آخری آرام گاہ مقبرہ اسلام موصیاں سیکشن کی طرف روانہ ہوا۔مسجد واشنگٹن سے احمدیہ قبرستان کا فاصلہ 30 میل ہے تقریباً ایک گھنٹہ وہاں پہنچنے میں لگتا ہے۔لیکن قافلہ میں کاریں زیادہ تھیں اور انکی رفتار بھی بہت آہستہ تھی جس کی وجہ سے یہ مسافت ڈیڑھ گھنٹہ میں مکمل ہوئی۔ بلآخر یہ قافلہ احمدیہ قبرستان (SKYESYILLE) پہنچا۔یہ ایک پرانا قبرستان ہے۔اس میں جماعت نے کچھ حصّہ خرید کراس میں احمدیہ قبرستان بنایا۔اس کا نام مقبرۃ السلام احمدیہ موومنٹ ان اسلام ہے۔اس میں جماعت نے ایک حصّہ موصیان کیلئے مخصوص کیا ہے۔اس حصّہ میں صرف موصیان ہی کی تدفین ہوتی ہے۔ یہ بہشتی مقبرہ ہی کی شاخ ہے اس میں مرکزی دفتر بہشتی مقبرہ ربوہ ہی کی منظوری سے اور نیشنل کمیٹی موصیاں امریکہ کی منظوری کے بعد تدفین ہوتی ہے۔اس حصے کو موصیاں سیکشن کے نام سے مخصوص کیا گیا ہے۔ جہاں پہلے ہی سے کچھ دوست انتظار کررہے تھے۔دو چھوٹے چھوٹے سبز رنگ کے شامیانے نصب کئے گئے تھے۔ایک میں ایک اسٹینڈ تھا۔جس پروین سے ابا جان کا جنازہ لاکر رکھ دیا۔تاکہ سب دوست آجائیں۔ یہ قبر کے بالکل ساتھ تھا۔دوسرا شامیانہ تھوڑا سا ہٹ کر تھا جس میں کرسیاں بچھی ہوئی تھیں اس میں اس وقت موجود عورتوں کو بٹھا دیا۔

جیسے ہی سب دوست جمع ہوگئے۔بکس اُٹھا کر قبر کے ساتھ رکھے ہوئے کنکریٹ کے ایک کالے رنگ کے بکس کے اوپر رکھا گیا۔اور پھر آہستہ آہستہ اصل بکس اس کنکریٹ کے بکس کے اندر اتار دیا گیا۔اس کنکریٹ بکس کے اوپری کناروں پر ربڑ کی سیل لگائی اور اس پر کنکریٹ ہی کا ڈھکن لگا دیا۔اور اصل بکس کو اس کنکریٹ بکس میں بند کرنے کے بعد ایک مشین سے قبر میں اتار دیا۔اور اس طرح احمدیہ قبرستان کے قطعہ موصیاں میں تدفین مکمل ہوئی۔قبر کی تیاری پر محترم نسیم مہدی صاحب مشنری انچارج امریکہ نے دعا کروائی۔تدفین میں نائب امیر محترم ظہیر احمد باجوہ صاحب، مولانا چوہدری منیر احمد صاحب، ڈاکٹر صاحبزادہ مرزا ظہیر الدین منصور صاحب، محترم مرزا کلیم احمد صاحب اور کثیر تعداد میں بزرگوں احباب جماعت دوستوں اور عزیزوں نے شرکت کی جس کی تصاویر اور ویڈیو ہیں۔مظفر احمد نے ابا جان کی زندگی کی نایاب تصاویروں اور وفات پر ویڈیو کی DVD بنائی اللہ تعالیٰ اُسے اِس کی جزائے خیر دے۔

میں اپنی طرف سے اور اپنے بھائیوں و بہنوں کی طرف سے تمام بزرگوں دوستوں اور احباب جماعت کا بے حد ممنون اور شکرگزار ہوں۔جنہوں نے ابا جان کی بیماری کے دوران ہماری دلجوئی کی اور ابا جان کیلئے دعائیں کی۔اور ابا جان کی وفات پر بھی برابر ہمارے غم میں شامل رہے۔ابا جان کے جنازے اور تدفین میں لمبے سفر کر کے شرکت فرمائی اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر اور اجر عظیم عطا فرمائے۔(آمین)

اورسب سے اپنے اپنی فیملی اور پیارے ابا جان کی اولاد اور متعلقین کیلئے دعا کی درخواست کرتا ہوں کہ ہم اب ان کی دعاؤں سے محروم ہوگئے ہیں۔اللہ تعالیٰ اس خلا کو خود پورا فرمائے۔اور ہم سب کا خود حامی و ناصر اور کفیل ہو۔اور اپنے فضل سے دین کی خدمت کی توفیق بخشے اور اپنی رضا کی راہوں پر چلائے۔پیارے ابا جان کی تمام پاکیزہ دعاؤں کو قبول فرمائے اور ہم سب کو انکے ثمرات سے نوازے۔اور انکی نیکیوں کا وارث بنائے۔حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازرائے شفقت ابا جان کی نماز جنازہ غائب 12 نومبر 2010ء بروز جمعہ بعد نماز جمعہ مسجد بیت الفتوح لندن میں دو دیگر جنازہ غائب کے ساتھ پڑھائی۔

خاکسار

منیر احمد خورشید

22 August 2011